1

بچوں کے لیے سیرت النبی ﷺ

سنہری سیرت

محمد اسمٰعیل بدایونی

اسلامک ریسرچ سوسائٹی کراچی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید

قدموں پہ شاہ دیں کے جب ہو گا سر ہمارا
تب اوج پر ہمارا جاہ و جلال ہو گا

آج عالمِ اسلام کو ان گنت محاذ پر دشمنوں کا سامنا ہے کہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی توہین آمیز خاکے بنا کر کی جارہی ہے تو کہیں مسلمانوں کی نئی نسل کو شکوک و شبہات کے جال میں پھنسایا جارہا ہے اور کہیں مسلمان بچوں کے سینوں سے حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نکالنے کی سازش کی جارہی ہیں۔

ان تمام مقاصد کیلئے دشمن تو اپنے طور پر تمام تر حکمت عملی اپنا رہا ہے۔۔۔۔۔۔ مسلم ممالک کی نصابی کتب سے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابواب حذف کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

بس ان اسلام دشمنوں کی ایک ہی کوشش ہے کہ مسلمانوں کے سینوں سے حبِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نکال دیا جائے۔ مسلمان صرف نام کا مسلمان بن کر رہ جائے ایک ایسا نام نہاد مسلمان جسے اپنے نبی کی زندگی کے بارے میں کچھ بھی نہ معلوم ہو ان تمام تر کوششوں میں عالمی غنڈوں کی عیاریاں اور اہل کفر کی مکاریاں تو ایک طرف۔

لیکن۔۔۔۔۔۔

بحیثیت مسلمان! ہمارا کیا کردار رہا؟

کیا ہم نے اپنے بچوں کو سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے آگاہ کیا؟

کیا ہم بحیثیت مسلمان اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سیرت سے آگاہ ہیں؟

کیا ہم جانتے ہیں کہ دینِ اسلام ہم تک کیسے پہنچا؟

کیا ہم اسلام کی جدوجہد سے آگاہ ہیں؟

یقیناً ہمارا جواب نہیں میں ہو گا؟

سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس کتاب میں ہم نے سیرت النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نہایت آسان اور چھوٹے چھوٹے واقعات کی شکل میں مرتب کر دیا ہے تاکہ بچوں اور بڑوں دونوں کو آسانی سے سمجھ آسکے اور اس کے ساتھ ہی بچوں میں بچپن ہی سے مطالعہ کی عادت پختہ ہو سکے۔

ہماری آپ سے گزارش ہے کہ اپنے بچوں کو یہ کتاب تحفے میں ضرور دیجئے

تاکہ وہ جان سکیں کہ

ان کے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کس قدر مصائب برداشت کیے؟

کس طرح کفر نے اسلام کے راستے میں دیواریں کھڑی کیں؟

کس طرح اندھیروں کے سوداگروں نے انسانیت کو اپنے نوکیلے پنجے میں کسا ہوا تھا؟

نہ صرف اپنے بچوں کو بلکہ اپنے عزیز و اقارب کے بچوں کو بھی تحفے میں دیں اور اپنے دوست احباب کو بھی بچوں کیلئے کتب خریدنے پر راغب کریں۔

آیئے۔۔۔۔

ہم سب مل کر دینِ اسلام کی ترویج واشاعت میں حصہ لیں۔

از

ناشر

بادشاہ کا خواب

دادا جان! یہ آج ہر طرف چراغاں کیوں ہو رہا ہے ہر طرف روشنی ہی روشنی ہے لوگوں نے اپنے گھروں کو جگمگاتی بتیوں سے کیوں سجایا ہوا ہے۔

ننھے اُسید نے خوش ہوتے ہوئے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ دادا جان جواب دیتے جنید نے کہا آج چراغاں اس لئے ہو رہا ہے کہ آج بارہ ربیع الاوّل کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یومِ ولادت ہے اور آج کے دن ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔

بچو! آج رات بارہویں شب ہے میں محفل میلاد سے واپس آکر تم کو بخت نصر بادشاہ کی ایک زبردست کہانی سناؤں گا۔

دادا جان جب میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی محفل سے واپس آئے تو تمام بچے کہانی سننے کے اشتیاق میں جاگ رہے تھے ویسے بھی آج درود شریف کی محفل تھی اور ابھی ابھی گھر کے سب بڑے اور بچے درود شریف پڑھ کر فارغ ہوئے تھے۔

دادا جان بھی ڈرائنگ روم میں سب کے ساتھ آکر بیٹھ گئے۔

دادا جان! آپ نے کہا تھا کہ محفل سے واپس آکر بخت نصر کی کہانی سنائیں گے۔

ہاں بچو! ضرور اچھا اب سنو!

یہ بہت پرانے زمانے کی بات ہے جب بنی اسرائیل کی عادتیں بہت بگڑ گئیں اور انہوں نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی نافرمانی شروع کی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایک ظالم بادشاہ کو ان کے اوپر مسلط کر دیا اور بخت نصر نے بنی اسرائیل میں بہت سارے لوگوں کو قتل کر دیا اور بہت سارے لوگوں کو قید کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔

کچھ دِنوں کے بعد بخت نصر نے ایک خواب دیکھا اس خواب کی دہشت نے اس کو خوفزدہ کر دیا اس نے نجومیوں، کاہنوں اور جادوگروں کو اپنے دربار میں طلب کیا اور ان سے کہا کہ میں نے آج رات ایک دہشت ناک خواب دیکھا ہے مجھے اس خواب کی تعبیر بتاؤ۔

تمام نجومی، کاہن اور جادوگر کہنے لگے، بادشاہ سلامت آپ خواب تو بتائیں پھر ہم آپ کو خواب کی تعبیر بھی بتا دیں گے۔

بادشاہ خواب کو بھول چکا تھا لیکن خواب کی تعبیر ضرور جاننا چاہتا تھا۔

اس نے ان سے کہا، میں تم کو ہر مہینے بھاری تنخواہیں دیتا رہا ہوں اس کے علاوہ تمہیں ہر تھوڑے دنوں کے بعد بھاری بھاری انعامات دیتا رہا ہوں۔ میرے دیئے ہوئے ہیرے جواہرات سے تمہارے خزانے بھر گئے ہیں اور تم کہہ رہے ہو کہ جب تک خواب نہیں بتاؤ گے تعبیر معلوم نہیں ہوگی۔

کان کھول کر سن لو! اگر تین دن کے اندر اندر تم سب نے مجھے میرا خواب اور اس کی تعبیر نہیں بتائی تو میں تم سب کو قتل کر دوں گا۔

اب تمام کاہن، جادوگر اور نجومی حیران و پریشان، کریں تو کیا کریں یہ سب اپنی پریشانی میں مبتلا تھے۔

پورے شہر میں یہ بات مشہور ہوگئی اور ہر گلی، محلے میں بادشاہ کے اس عجیب خواب کا چرچا ہونے لگا جو بادشاہ کو خود بھی یاد نہیں تھا۔

بخت نصر نے جب بنی اسرائیلوں کو قید کیا تھا تو ان میں حضرت دانیال علیہ السلام اپنے بچپن ہی میں قید ہو کر آگئے تھے اور آپ اس وقت جیل میں تھے خواب کے ذکر کا چرچا اتنا ہو چکا تھا کہ جیل میں موجود قیدیوں کو بھی اس خواب کے بارے میں معلوم ہو چکا تھا۔

حضرت دانیال علیہ السلام نے جیلر سے کہا کہ تم بادشاہ سے میرا تذکرہ کرو میں بادشاہ کے خواب کو بھی جانتا ہوں اور اس خواب کی تعبیر کو بھی۔ جیلر نے دانیال علیہ السلام کے بارے میں بخت نصر کو بتایا کہ جیل میں ایک قیدی کا کہنا ہے کہ وہ بادشاہ کا خواب بھی جانتا ہے اور اس کی تعبیر بھی اگر بادشاہ سلامت اجازت دیں تو اس قیدی کو آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے۔

بخت نصر تو پہلے ہی خواب اور اس کی تعبیر کو سننے کیلئے بے چین تھا کہنے لگا کہ جلدی سے اس کو میرے پاس لاؤ۔ چنانچہ سیدنا دانیال علیہ السلام کو بادشاہ کے سامنے لایا گیا۔

بخت نصر کے دربار میں ہر شخص بخت نصر کو سجدہ کیا کرتا تھا جب دانیال علیہ السلام اس کے دربار میں گئے تو آپ نے اس کو سجدہ نہیں کیا۔

بادشاہ نے حکم دیا کہ دربار خالی کر دیا جائے جب دربار خالی ہو گیا سب لوگ وزیر، مشیر دربار سے باہر چلے گئے تو بخت نصر نے سیّدنا دانیال علیہ السلام سے پوچھا کہ آپ نے دربار کے قانون کے مطابق مجھے سجدہ کیوں نہیں کیا؟

سیّدنا دانیال علیہ السلام نے جواب دیا:۔

اے بادشاہ! میرا ایک خدا ہے جس نے مجھے خوابوں کی تعبیر کا علم دیا ہے اور اس نے خوابوں کی تعبیر کا علم مجھے اس شرط پر دیا ہے کہ میں اللہ کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کروں گا اگر میں اپنے عہد سے پھر جاتا اور تمہیں سجدہ کرتا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ مجھ سے یہ علم واپس لے لیتا اور پھر میں آپ کو خواب اور اس کی تعبیر بھی نہیں بتا پاتا۔

بخت نصر نے کہا، آپ میرے نزدیک زیادہ قابلِ اعتبار ہیں اس وجہ سے کہ آپ نے اپنے خدا سے کیا ہوا عہد پورا کیا ہے۔

پھر بخت نصر نے پوچھا کہ کیا آپ میرے خواب اور اس کی تعبیر کو جانتے ہیں؟

سیّدنا دانیال علیہ السلام نے کہا ہاں میں تمہارا خواب بھی جانتا ہوں اور اس کی تعبیر بھی۔

اے بادشاہ تم نے خواب میں دیکھا کہ ایک بہت بڑا بت ہے جس کا سر سونے کا ہے، سینہ چاندی کا ہے، نچلا دھڑ، تانبے کا ہے، پنڈلیاں لوہے کی ہیں اور اس کے قدم مٹی کے ہیں۔

اور ابھی تم اس بت کو دیکھ ہی رہے تھے اور اس کی خوبصورتی پر داد دے ہی رہے تھے کہ اچانک آسمان سے ایک پتھر گرا اور اس بت کے سر پر لگا اور اس بت کو اس طرح ریزہ ریزہ کر دیا کہ جیسے آٹا۔

سونا، چاندی، تانبہ، لوہا اور مٹی آپس میں اس طرح مل گئے کہ اگر تمام انسان اور تمام جن بھی جمع ہو جائیں تب بھی اس کو الگ الگ نہیں کر سکیں گے۔

پھر آپ نے دیکھا کہ وہ پتھر جو آسمان سے گرا تھا وہ بڑا ہونا شروع ہو گیا بڑا ہوتا رہا، ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نے تمام زمین کو ڈھانپ لیا اور کوئی بھی چیز دکھائی نہیں دیتی تھی بس زمین آسمان اور پتھر ہی نظر آتے تھے۔

بخت نصر بڑا حیران ہوا کہنے لگا بالکل میں نے یہی خواب دیکھا تھا اب اس کی تعبیر بھی بتاؤ۔

سیّدنا دانیال علیہ السلام نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ یہ جو بت ہے اس سے مراد سابقہ اُمتیں ہیں۔

اور سونے سے مراد آپ کی قوم ہے۔۔۔۔۔ چاندی سے مراد وہ قوم ہے جو آپ کے بعد ہوگی اور اس کا مالک آپ کا بیٹا ہوگا۔

تانبے اور لوہے سے مراد اہل روم اور فارس ہیں۔۔۔۔۔ اور مٹی سے مراد اہل یمن ہیں۔

لیکن وہ پتھر جس کے ذریعے بت ریزہ ریزہ ہوگیا وہ آخری پیغمبر ہیں جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوں گے اللہ سبحانہ وتعالیٰ عرب کے اندر ایک پیغمبر کو بھیجے گا اور اُن کا دین تمام باطل اور گمراہ دینوں کا خاتمہ کردے گا اور تمام روئے زمین پر پھیل جائے گا۔

اچھا بچو! بتاؤ وہ پیغمبر کون ہیں؟ دادا جان نے کہانی ختم کرکے پوچھا۔

وہ آخری پیغمبر ہمارے پیارے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔ تمام بچوں نے ایک ساتھ جواب دیا۔

کل میں سب کو اس طرح کے دو واقعات اور سناؤں گا۔

(ماخوذ از معارج النبوت از مولانا معین واعظ الکاشفی)

مدینے کا یہودی پادری

جی دادا جان! آپ نے کل وعدہ کیا تھا کہ کل آپ ہمیں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت کے بارے میں دو واقعات سنائیں گے۔

ہاں بچو! مجھے بالکل یاد ہے۔

یہ بات تو بچوں آپ کو معلوم ہی ہے کہ سب سے پہلی محفلِ میلاد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے عرش پر رکھی تھی جس میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے سب نبیوں سے عہد لیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے اور ان کی مدد کریں گے۔

جی دادا جان! ہم نے "سنہری کہانیوں" میں پڑھا تھا۔

تو بچو!

ہر نبی نے اپنی اُمت کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں بتایا تھا کہ جب وہ نبی آئیں تو ان پر ضرور ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا۔

سیّدنا موسیٰ علیہ السلام نے بھی بنی اسرائیل کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی اور ایک نشانی یہ بتائی تھی کہ وہ ستارہ جس کو تم فلاں نام سے جانتے ہو یہ ستارہ یہودیوں کے یہاں بہت مشہور تھا جب اپنی جگہ سے حرکت کرے تو وہ وقت سیّدنا محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت کا وقت ہو گا یہ بات بنی اسرائیل میں عام تھی اور یہ بات علماء ایک دوسرے کو بتاتے اور آنے والی نسل کو اس سے آگاہ کیا کرتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ

جب میں چھوٹا تھا لیکن کافی سمجھ دار تھا کہ ایک دن صبح سویرے ایک یہودی پادری چیخ رہا تھا۔

اے یہودیو! میرے پاس جمع ہو جاؤ

اے یہودیو! میرے پاس جمع ہو جاؤ

اُس کے اس اعلان کو سن کر لوگ اس کے پاس جمع ہونے لگے اور اُس سے پوچھا کیا بات ہے کیوں چلا رہے ہو؟

اس نے کہا، آج رات وہ ستارہ طلوع ہو گیا ہے جس کو اس رات میں طلوع ہونا تھا جو نبی آخر الزماں محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی رات ہے۔

توبچو! تمام انبیاء کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بشارتیں اپنی اُمتوں کو دیں۔

اسی طرح مکہ میں ایک یہودی رہا کرتا تھا اُس نے بھی اپنی کتاب توریت میں سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی بشارت پڑھی تھی۔

جب وہ ستارہ طلوع ہوا تو وہ جلدی جلدی قریش کی مجلس میں آیا وہاں پر بہت سارے لوگ جمع تھے۔

اُس نے وہاں پر موجود لوگوں سے پوچھا!

کیا آج تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے؟

اُن لوگوں نے کہا ہمیں تو معلوم نہیں۔

اُس یہودی نے کہا میری بات غور سے سنو آج رات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا آخری نبی پیدا ہوا ہے۔

اور اے قریشیو!

وہ تمہارے قبیلے ہی میں پیدا ہوا ہے۔ اس کے کندھے پر ایک جگہ بالوں کا گچھا ہو گا لوگ یہ بات سن کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ گھر جا کر ہر کسی نے پوچھا کہ کیا آج ہمارے خاندان میں کسی کے یہاں کسی بچے کی ولادت ہوئی ہے۔

تو انہیں معلوم ہوا کہ آج رات عبداللہ ابن عبدالمطلب کے گھر بیٹا پیدا ہوا ہے اور اس بچے کا نام محمد رکھا گیا ہے۔
لوگ واپس گئے اور اس یہودی سے کہا کہ ہاں ہمارے خاندان میں عبدالمطلب کے گھر پوتا پیدا ہوا ہے۔

یہودی نے کہا مجھے اپنے ساتھ لے کر چلو میں اس بچے کو دیکھنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ لوگ اس یہودی کو لے کر سیدہ آمنہ کے گھر گئے اور انہوں نے سیدہ آمنہ کے فرزند کو دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔

جب اس یہودی نے دیکھا کہ آپ کی پشت پر بالوں کا ویسا ہی گچھا ہے جیسا کہ اس نے اپنی کتاب میں پڑھا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ جب تھوڑی دیر کے بعد اسے ہوش آیا تو لوگوں نے پوچھا تجھے کیا ہو گیا تھا۔

اس نے آہ بھر کر کہا کہ آج نبوت بنی اسرائیل سے ختم ہو گئی اے قبیلہ قریش تم لوگ خوشیاں مناؤ۔ جلد ہی ان کی عظمت کا چرچا مشرق و مغرب میں ہو گا۔

یہ سیدنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے۔

داداجان آگے بتایئے نا پھر کیا ہوا؟

ہاں ضرور لیکن کل۔

حلیمہ سعدیہ کی گود میں

تمام بچے خاموشی کے ساتھ آ کر ڈرائنگ روم میں بیٹھ چکے تھے اور دادا جان کا انتظار بڑی شدت سے ہو رہا تھا۔

جیسے ہی دادا جان گھر میں داخل ہوئے اور السلام علیکم کہا۔ سب بچوں نے کہا وعلیکم السلام۔

دادا جان کو دیکھ کر سب بچوں کو چہرے کھل اُٹھے۔

جی دادا جان! جب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش ہو گئی پھر آگے کیا ہوا؟

اب سنو!

عرب کے لوگ کچھ دنوں کیلئے یا دو سال کیلئے اپنے بچوں کو صحرا میں جو قبائل ہوتے ہیں اُن کے پاس رہنے کیلئے چھوڑ دیتے تھے۔ اور اس مقصد کیلئے بچو!

مختلف قبائل کی عورتیں مکہ میں آیا کرتیں تاکہ وہاں کے امیر گھرانوں میں کسی بچے کی ولادت ہوئی ہو تو وہ اس کو اپنے ساتھ لے جائیں اور دو سال یا تین سال تک اس کو دودھ پلائیں اس کی پرورش کریں اور جب یہ بچہ ذرا بڑا ہو جائے تو اس بچے کے والدین اُن پرورش کرنے والوں کو قیمتی انعامات دیں۔

لیکن دادا جان ! یہ عرب لوگ اپنے بچوں کو ان قبائل کے پاس رہنے کیلئے کیوں چھوڑتے تھے جنید نے حیرت سے پوچھا!

ہاں بھئی جنید سوال تو تم نے بہت اچھا پوچھا۔

اصل میں اُس وقت کے جو قریش کے سردار اور عرب کے امیر وغیرہ یہ چاہتے تھے کہ اُن کے بچے اپنی ماں کے آغوش کے بجائے صحراؤں میں جو قبائل رہتے ہیں وہاں اپنا بچپن گزاریں تاکہ اس صحرا کی ریت اور کھردری پتھریلی زمین پر رگڑ کی وجہ سے اُن کے جسم مضبوط ہوں اور کیوں کہ صحرا نشین لوگوں کی زبان صاف ہوتی ہے اُس میں فصاحت و بلاغت ہوتی ہے تو یہ زبان سیکھ کر بہترین خطیب بن جائیں اور بہترین قائد بن سکیں۔

انہی عورتوں میں ایک خاتون حلیمہ سعدیہ بھی تھیں یہ بہت غریب خاتون تھیں اور اُن دِنوں اتفاق سے قحط اور خشک سالی کی وجہ سے یہ خود بھی کافی کمزور تھیں اور اُن کے پاس جو اونٹنی اور سواری کیلئے گدھی تھی وہ بھی بہت لاغر ہو چکی تھی۔

حضرت حلیمہ سعدیہ خود کہتی ہیں:۔

میرا بچہ بھوک کی وجہ سے ساری رات روتا رہتا تھا اور اس کے رونے کی وجہ سے ہم بھی ساری رات سو نہیں پاتے جب میرے قبیلے کی دیگر عورتیں مکہ کی طرف روانہ ہونے لگیں تاکہ اگر وہاں بچے ہوں تو ان کو پرورش کیلئے لے لیں تو میں بھی اُن عورتوں کے ساتھ چلی گئی۔ مگر کیوں کہ میری اونٹنی اور گدھی دونوں ہی بھوک کی وجہ سے لاغر ہو چکی تھیں اور ہماری وجہ سے سارے قافلے والے پریشان تھے کوئی کہتا کہ بھئی حلیمہ جلدی کرو۔

عجب صورتحال تھی گدھی کمزوری کی وجہ سے چلنے کا نام نہ لیتی تھی اور قافلہ کے لوگ ہمیں چھوڑ کر نہیں جاسکتے تھے۔

خیر بڑی مشکل سے ہم مکہ تک پہنچے اب سب عورتوں نے بچے لینے کیلئے گھر گھر جانا شروع کر دیا۔ کچھ عورتیں سیّدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر بھی گئیں لیکن جب انہوں نے سنا کہ اس بچے کے والد کا انتقال تو چھ ماہ پہلے ہی ہو چکا ہے اب ہم جو بچے کو پال پوس کر بڑا کریں گے تو اگر امیر کبیر کوئی آدمی ہوتا تو ہماری اس خدمت کی وجہ سے ہمیں مالا مال کر دیتا خوب انعامات کی ہم پر بارش کرتا انہیں اس گھر سے ملنے کی کچھ اُمید نہیں تھی لہٰذا وہ عورتیں وہاں سے واپس لوٹ آئیں۔

اب ہر عورت کو ایک ایک بچہ مل گیا تھا لیکن ایک میں ہی تھی جس کی گود بچے سے خالی تھی۔ میری غربت اور تنگدستی دیکھتے ہوئے کسی نے بھی اپنا بچہ مجھے نہیں دیا۔

آخر کار جب سب عورتوں کو بچے مل گئے اور میری گود خالی ہی رہ گئی تو میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں اس یتیم بچے ہی کو لے آتی ہوں میرے شوہر نے کہا ہاں ٹھیک ہے لے آؤ۔

میں جب سیّدہ آمنہ کے گھر گئی تو انہوں نے مجھے خوش آمدید کہا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو میری گود میں دے دیا میں آپ کا خوبصورت اور معصوم چہرہ دیکھ کر ہی آپ کی گرویدہ ہو گئی اور آپ کو اُٹھا کر اپنے سینے سے لگالیا۔

دوسرے دن جب ہم وہاں سے روانہ ہونے لگے تو میرے خاوند نے بوڑھی اور لاغر اونٹنی کی طرف دیکھا تو اس کی حیرت کی انتہا نہ رہی کہ وہ کمزور اور لاغر اونٹنی جس سے چلا بھی نہیں جاتا اور اس کے تھنوں میں دودھ بھی نہیں ہوتا تھا اس کے تھنوں میں دودھ بھرا ہوا تھا۔ ہم نے پیٹ بھر کر دودھ پیا۔

اب سب لوگ وہاں سے اپنی اپنی اونٹنیوں پر اپنے نئے نئے بچوں کے ساتھ سوار ہونے لگے۔

میرے پاس وہی گدھی تھی جو چل نہیں سکتی تھی جس نے مکہ آتے ہوئے سارے قافلے والوں کو تنگ کیا تھا اور پورا قافلہ اس کمزور اور لاغر گدھی کی وجہ سے پریشان رہا۔

اب جب سفر شروع ہوا تو اس سعید بچے کی وجہ سے وہ یوں چل رہی تھی کہ جیسے اڑ رہی ہو قافلہ کی ساری سواریاں بہت پیچھے رہ گئیں۔

وہ ساری عورتیں حیران ہو گئیں کہنے لگیں اے حلیمہ اپنی گدھی کو ذرا آہستہ آہستہ چلا کیا یہ وہی گدھی ہے؟ جس نے آتے ہوئے ہم کو پریشان کیا تھا۔

میں نے کہا بخدا یہ وہی گدھی ہے لیکن تم یہ تو دیکھو کہ اس پر کون سوار ہے۔

خیر یہ قافلہ اپنے اپنے گھروں کو پہنچ گیا۔

یوں حلیمہ سعدیہ آپ کی رضاعی والدہ ہیں۔

اور بچو! دیکھا آپ نے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی برکت۔

جی ہاں! دادا جان!

اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو بھی دین اسلام کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔

اور ہمیں بھی پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکتیں نصیب کرے۔ (آمین)

ولادت کی خوشی کا اجر

عاطف، ارشد، آصف، تینوں ہی گھر سجانے میں لگے ہوئے تھے کہ ننھی عارفہ بھی ان کے پاس پہنچ گئی۔

وہ رنگ برنگی جھنڈیوں کو دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔

عاطف بھائی! یہ ہم گھر کیوں سجا رہے ہیں عارفہ نے بھولپن سے پوچھا۔

عاطف نے عارفہ کو گود میں اُٹھا کر پیار کیا اور کہا کہ آج بارہ ربیع الاوّل ہے اور اس دن ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس دُنیا میں تشریف لائے تھے۔

ابھی یہ باتیں ہو ہی رہی تھیں کہ عافیہ آپی بھی آگئیں اور عارفہ عاطف کی گود سے اتر کر عافیہ آپی کے پاس چلی گئی۔ اور عافیہ سے پوچھنے لگی عافیہ آپی آج بارہ ربیع الاوّل کو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کا دن ہے لیکن اس میں گھر کو کیوں سجاتے ہیں۔

ہاں بھئی یہ بات تو ہے سوچنے والی کہ ہم گھر کو کیوں سجاتے ہیں۔ ہم سب گھر کو اس لئے سجاتے ہیں کہ اس دن ہم اپنے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی مناتے ہیں۔

میں آپ سب کو ایک واقعہ سناتی ہوں۔

سنو!

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش جب ہوئی تو ایک کنیز ثوبیہ آپ کے چچا ابولہب کے پاس گئی اور کہنے لگی مبارک ہو تمہارے یہاں بھتیجا پیدا ہوا ہے۔

ابولہب نے جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خبر سنی تو انگلی کا اشارہ کرکے کہنے لگا، "جا اے ثوبیہ تو آزاد ہے"۔

جب سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعوتِ اسلام دی تو یہ شخص ابولہب نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا اور آپ کی مخالفت کرنے لگا۔ یہاں تک کہ بہت ہی اذیت کی موت مر گیا۔

ایک دن حضرت عباس بن عبدالمطلب یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا تھے انہوں نے ابولہب کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ تمہارا کیا انجام ہوا کہنے لگا کہ انجام بہت خراب ہوا ہر وقت دوزخ کی آگ بھڑکتی رہتی ہے۔ ہاں کیونکہ میں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیدائش کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کیا تھا تو پیر کے دن مجھے اس انگلی کو چوسنے سے تسکین ملتی ہے جس کے اشارے سے میں نے ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

تو بچو!

ہم جب اپنے نبی کے میلاد کو مناتے ہیں تو ہمیں تو ہمارے رب نے حکم دیا ہے:۔

وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ (پ ۳۰۔ سورہ والضحیٰ: ۱۱)

اور اپنے رب کی نعمتوں کا خوب چرچا کرو۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تو وہ نعمت ہیں جن کی وجہ سے ہمیں ہر نعمت ملی اگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی نہ ہوتے تو ہم بھی نہ ہوتے یہ کائنات بھی نہ ہوتی اور نہ قرآن ملتا نہ رمضان ہوتا نہ عید ہوتی۔ اسی لئے مسلمانوں کے بڑے علماء اس دن کو عید میلاد کے طور پر مناتے تھے اور آج تک مناتے ہیں۔

کیونکہ یہی تو وہ عید ہے جس کے صدقے میں ہمیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ملی ہیں۔

کیوں بچو! اب سمجھ آیا کہ ہم میلاد جو مناتے ہیں اپنے رب کی رضا کیلئے مناتے ہیں۔

اور ہمیں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد کی خوشی بھی ہوتی ہے اس لئے بھی ہم اس دن کو مناتے ہیں۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا وصال

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک چھ سال ہو چکی تھی ایک روز آپ کی والدہ محترمہ سیدہ آمنہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا جان سے کہا کہ میں اپنے شوہر کی قبر کو ایک مرتبہ دیکھ تو آؤں۔ حضرت عبدالمطلب آپ کی یہ درخواست رد نہ کر سکے اور آپ کو مدینے کی جانب جانے کی اجازت دے دی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو لے کر مدینے کی جانب روانہ ہو گئیں اور اس سفر کے دوران اُم ایمن بھی آپ کے ساتھ موجود تھیں۔ جب یہ قافلہ مدینے پہنچ گیا اور ایک مکان میں رہائش اختیار کی۔ کچھ ہی دیر کے بعد ایک یہودی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھا اور کہنے لگا کہ اے پیارے بچے تمہارا کیا نام ہے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میرا نام احمد ہے۔

اس یہودی نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پیٹھ مبارک پر نگاہ ڈالی اور کہنے لگا یہ اس اُمت کے نبی ہونگے اور ان کی بڑی شان ہوگی۔

اس یہودی نے جا کر یہ خبر یہودی علماء کو دی اس کے بعد علماء یہود بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھنے آنے لگے اور وہ نشانیاں جو توریت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے متعلق تھیں دیکھنے لگے اور دیکھنے کے بعد کہتے۔

یہ اس اُمت کے نبی ہیں اور یہ جگہ وہ ہے جہاں یہ ہجرت فرمائیں گے۔

جب سیدہ آمنہ نے ان یہودیوں کو اس کثرت سے آتے دیکھا تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نقصان نہ پہنچائیں ان اندیشوں کی وجہ سے آپ نے واپس مکہ جانے کی تیاری شروع کر دی ابھی یہ مدینے سے مکہ کی جانب روانہ ہی ہوئیں تھی کہ ابواء کے مقام پر سیدہ آمنہ کی طبیعت کچھ ناساز ہو گئی اور آپ وہاں وِصال فرما گئیں۔ سیدہ آمنہ کے وصال کے بعد اُمّ ایمن آپ کو لے کر مکہ آگئیں اُم ایمن کے ساتھ سیدہ آمنہ کو نہ پا کر تمام گھر والے غمگین ہو گئے سب سمجھ گئے کے سیدہ آمنہ انتقال فرما گئیں ہیں سیدہ آمنہ کے انتقال کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش آپ کے دادا جان سیدنا عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی۔

حضرت عبدالمطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتے تھے اور اب تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ان کی محبت و اُلفت پہلے سے زیادہ بڑھ چکی تھی۔ کبھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اُنگلی تھامے حرم شریف میں جا رہے ہیں کبھی کاندھوں پر بٹھائے خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں۔ کھانا کھلا رہے ہیں تو اپنے ساتھ بٹھا کر کھلا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سلا رہے ہیں تو اپنے پاس ہی سلا رہے ہیں۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ایک لمحے کیلئے بھی اپنی آنکھوں سے اوجھل نہیں ہونے دیتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک آٹھ سال ہو چکی تھی کہ ایک دن سیدنا عبدالمطلب نے ابو طالب کو اپنے پاس بلایا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی ذمہ داری ان کے سپرد کی اور اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دادا سیدنا عبدالمطلب بھی انتقال فرما گئے۔

شام کا سفر

راہب کافی دِنوں سے صبح اور شام گرجے کی بالکونی میں آکر کھڑا ہو جاتا تھا۔

آس پاس کے لوگ کافی حیران تھے کیونکہ جرجیس راہب کی زیارت وہ مخصوص مذہبی تہوار کے موقع پر ہی کیا کرتے تھے۔

جرجیس تمام راہبوں میں سب سے بزرگ اور مقدس کتابوں کا سب سے بڑا عالم تھا اور جرجیس کو وہ تمام علوم سینہ بہ سینہ عطا ہوئے تھے جن کی تعلیم سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے حواریوں کو دی تھی اور یہ تمام علوم ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو منتقل ہوتے رہے تھے اور اب ان علوم کا امین جرجیس کو سمجھا جاتا تھا اور سچ بھی یہی تھا۔

نہ جانے کیا بات تھی کہ جرجیس راہب روزانہ بالکونی میں آکر دور تک نگاہ دوڑایا کرتا تھا تھوڑی دیر تک دیکھتا اور گرجے میں واپس چلا جاتا۔

دوسری طرف ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک بارہ سال ہو چکی تھی اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پرورش کی ذِمہ داری آپ کے چچا ابو طالب کے کاندھوں پر تھی۔

ایک دن ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام جانے کا اِرادہ کیا اور جب سارے انتظامات مکمل ہو گئے اور ابو طالب روانہ ہونے لگے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اونٹ کی نکیل پکڑ لی اور فرمایا:۔

اے میرے چچا! آپ مجھے کس کے سپرد کر کے جا رہے ہیں میرا نہ باپ ہے نہ ماں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بات سن کر ابو طالب کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اور قسم کھائی کہ آپ کو بھی ساتھ لے کر ضرور جائیں گے۔ اور آپ کو بھی اپنے ساتھ اپنی اونٹنی پر سوار کر لیا۔

دوسری جانب جرجیس کا شوق دن بدن بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا جرجیس نے نبی آخر الزماں کی جن علامات کو پڑھا تھا اپنی مقدس کتابوں میں اُن علامات کے مطابق اس سال مکہ کے جو لوگ تجارت کی غرض سے شام کی جانب روانہ ہوں گے اُن کے قافلے میں نبی آخر الزماں بھی موجود ہوں گے۔

بس اُس کی یہی ایک خواہش تھی کہ مرنے سے پہلے وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک بار دیدار کر لے۔

اپنی اسی خواہش کو پورا کرنے کیلئے جرجیس صبح اور شام گرجے کی بالکونی میں کھڑا ہو جاتا تھا۔

دوسری طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے چچا جان کے ساتھ شام کے سفر کی طرف روانہ ہو چکے تھے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا قافلہ اس وادی میں داخل ہو چکا تھا جس میں جرجیس کی خانقاہ موجود تھی۔ اور آج صبح بھی حسبِ معمول جرجیس اسی مبارک قافلے کی آمد کا منتظر تھا جس کے بارے میں اس نے اپنی مقدس کتابوں میں پڑھا تھا۔

جرجیس نے دیکھا کہ اس قافلہ میں ایک خاص بچے پر بادل نے اپنا سایہ کیا ہوا ہے۔ اور جیسے جیسے یہ بچہ آگے بڑھتا ہے بادل بھی ویسے ویسے اپنا سایہ اس بچے پر قائم رکھتا ہے۔ پھر اس نے دیکھا سب قافلے والے اپنے اپنے اونٹوں سے اتر کر درخت کے سائے میں بیٹھ گئے اور جب یہ بچہ وہاں پہنچا تو درخت کے سایہ میں جگہ ہی نہ رہی اس لئے یہ بچہ دھوپ ہی میں بیٹھ گیا جیسے ہی بچہ دھوپ میں بیٹھا درخت نے جھک کر اس بچہ پر اپنا سایہ پھیلا دیا۔

جرجیس نے جب یہ منظر دیکھا تو اس نے کہا کہ وہ تمام نشانیاں جو نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ہماری مقدس کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں قریب سے دیکھی جائیں لہٰذا اس نے ان تمام نشانیوں کو قریب سے دیکھنے کیلئے یہ کیا کہ وہ اپنے گرجا گھر سے نکل کر اُن قافلہ والوں کے پاس گیا اور اہلِ قافلہ سے کہنے لگا اے میرے معزز مہمانوں آج میرے یہاں آپ سب لوگوں کی دعوت ہے۔ کھانا آج آپ سب لوگ میرے ساتھ ہی کھایئے گا اور سب آیئے گا کوئی رہ نہ جائے آپ میں سے۔

اہلِ قافلہ جرجیس کی یہ بات سن کر حیران رہ گئے کیونکہ وہ تو یہاں سے کئی مرتبہ گزرے تھے اور جرجیس نے دعوت تو دور کی بات اُن سے کبھی بات بھی نہ کی تھی اور اس کی خانقاہ میں قدم رکھنے کی کسی کو اجازت نہ تھی۔

آخر ایک شخص سے رہا نہ گیا اس نے کہا اے جرجیس! ہم یہاں سے کئی مرتبہ گزرے لیکن تم نے کبھی ہم پر توجہ تک نہ کی۔

اور آج آپ اپنی عادت کے برخلاف اپنے گرجے سے چل کر ہمارے پاس خود بنفسِ نفیس آئے اور ہمیں کھانے کی دعوت دے کر ہماری عزت افزائی فرمائی۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟

جرجیس نے بات ٹالتے ہوئے کہا بے شک آپ درست کہہ رہے ہیں لیکن آخرکار آپ میرے مہمان ہیں اور مہمانوں کی عزت کرنا ہمارا فرض ہے۔

جب شام کا وقت ہوا تو تمام قافلے والے جرجیس کی خانقاہ میں گئے۔

جرجیس نے اُن تمام لوگوں کو بڑے اہتمام سے خوش آمدید کہا۔

لیکن جس بچے کو اس نے دیکھا تھا وہ بچہ جس پر بادل نے اپنا سایہ کیا ہوا تھا۔ درخت کی شاخوں نے جس پر اپنا سایہ پھیلا دیا تھا۔ وہ بچہ اُن قافلے والوں کے ساتھ دعوت میں نہیں آیا۔

جرجیس نے تو وہ دعوت ہی اس چاند سے بچے کو دیکھنے کیلئے کی تھی۔ بے تابی کے ساتھ اہلِ قافلہ سے دریافت کرنے لگا کہ آپ میں سے کوئی رہ تو نہیں گیا۔

انہوں نے بتایا کہ تمام لوگ آگئے ہیں صرف ایک بچے کو سامان کے پاس پیچھے چھوڑ آئے ہیں۔

جرجیس نے کہا اس بچے کو بھی بلاؤ میں نہیں چاہتا کہ آپ کے قافلے کا کوئی بھی شخص خواہ بڑا ہو یا بچہ، آزاد ہو یا غلام، امیر ہو یا غریب کوئی پیچھے رہ جائے۔

لہٰذا آپ کے چچا حارث بن عبد المطلب گئے اور جا کر آپ کو لے آئے۔

جب قافلے والے کھانا کھا کر فارغ ہو گئے تو جرجیس نے سب کو رُخصت کر دیا اور خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب آیا اور آزمانے کیلئے کہنے لگا۔

میں تم سے لات و عزیٰ کے حق کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں کہ جس بارے میں مَیں آپ سے پوچھوں آپ مجھے اس کا جواب دیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھ سے لات و عزیٰ کے واسطے سے کوئی بات مت پوچھو بخدا جتنی مجھے اُن سے نفرت ہے اتنی اور کسی چیز سے نہیں۔

جرجیس نے کہا، تو میں اللہ کے واسطے سے عرض کرتا ہوں کہ جو میں آپ سے پوچھوں اس کا جواب آپ مجھے دے دیجئے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اب جو تمہارا جی چاہے پوچھو میں اس کا صحیح صحیح جواب دوں گا۔

جرجیس راہب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مختلف سوالات پوچھتا رہا یہاں تک کہ اس نے آخری نشانی مُہرِ نبوت کو بھی دیکھ لیا۔

جب جرجیس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کر کے فارغ ہو گیا تو حضرت ابو طالب کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا کہ اس بچہ سے آپ کا کیا رِشتہ ہے؟

حضرت ابو طالب نے کہا، یہ میرا بیٹا ہے۔

جرجیس نے کہا، آپ اس کے والد نہیں ہو سکتے اور اس کے والد حیات نہیں ہیں۔

تب حضرت ابو طالب نے کہا کہ ان کے والد ان کی پیدائش سے پہلے ہی انتقال کر گئے تھے۔

جرجیس نے کہا ہاں اب آپ نے سچ کہا۔

پھر جرجیس نے پوچھا کہ ان کی ماں کہاں ہے؟

حضرت ابو طالب نے کہا کہ ابھی تھوڑی مدت ہی گزری ہے کہ ان کی ماں کا بھی انتقال ہو گیا۔

پھر جرجیس نے حضرت ابو طالب سے کہا کہ آپ اپنے بھتیجے کو لے کر وطن لوٹ جائیں اور یہودیوں سے ہر وقت ہوشیار رہیں

اگر انہوں نے دیکھ لیا اور ان کو ان حالات کا علم ہو گیا جن کا مجھے علم ہے تو وہ انہیں ضرور نقصان پہنچائیں گے۔

آپ کے بھتیجے کی بڑی شان ہو گی یہ باتیں ہماری مقدس کتابوں میں لکھی ہوئی ہیں۔ اور ہمارے آباؤ اجداد نے بھی

ہمیں یہی بتایا ہے۔

اب آپ انہیں جلد از جلد اپنے وطن واپس لے جائیں۔

لہٰذا حضرت ابو طالب جلدی جلدی کاروبار سے فراغت پا کر مکہ لوٹ گئے۔

مظلوم کی مدد

ہاں سیٹھ عاطف تم نے مال اڈے پر نہیں پہنچایا بھائی کا پیغام پہنچ گیا تھا نا تم تک!

ہاں بھائی! بھائی کا پیغام مل گیا تھا مگر میں کیا کروں لوڈ شیڈنگ کی وجہ سے کاروبار ہی نہیں ہو پا رہا ایک لاکھ روپے کہاں سے پہنچاتا۔

سیٹھ عاطف پلاسٹک کے برتنوں کا بزنس کرتے تھے اور ہر مہینے دو مہینے کے بعد مختلف غنڈے آکر ان سے بھتہ لے جایا کرتے تھے۔

کئی مہینوں سے سیٹھ عاطف کا بزنس نہیں چل رہا تھا دن بدن ملک کے معاشی حالات کے سبب اُن کا کاروبار بھی ٹھپ ہوتا جا رہا تھا۔ اور اس صورتحال میں جب ان کا کاروبار تباہی کی طرف جا رہا تھا بھلا کہاں سے ان غنڈوں کے مطالبات پورے کرتے۔ اور جب سیٹھ عاطف نے اُن کی مطلوبہ رقم اُن کو نہیں پہنچائی تو آج غنڈوں کا پورا گروپ سیٹھ عاطف کو سنگین نتائج کی دھمکیاں دے رہا تھا۔

اے بڈھے اگر رات تک مال اڈے پر نہیں پہنچا نہ تو...... تو آگے تُو خود سمجھ دار ہے۔

ایک غنڈے نے پستول کی نوک سیٹھ عاطف کو چبھوتے ہوئے کہا۔

بھائی میں تباہ ہو رہا ہوں کاروبار ہے نہیں تمہیں ایک لاکھ کہاں سے دوں گا۔ سیٹھ عاطف نے کپکپاتے ہوئے کہا۔

اے بڈھے زبان چلاتا ہے ہم سے !ایک غنڈے نے زور سے لات مارتے ہوئے کہا۔

ایک نے سیٹھ عاطف کے بالوں کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیا۔

چاروں طرف ایک مجمع جمع ہو چکا تھا۔ لیکن کسی میں بھی اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ سیٹھ عاطف کو ان غنڈوں سے چھڑاتے۔

اتفاق سے سعد اپنے والد کے ساتھ اُسی جگہ سے گزر رہا تھا جہاں یہ جھگڑا ہو رہا تھا۔

سعد کے والد سے رہا نہ گیا اور انہوں نے ایک غنڈے کو کہا بھائی اس آدمی کو کیوں مار رہے ہو؟

چل بھئی چل اپنے کام سے کام رکھ۔ اپنا راستہ لے۔ ایک غنڈے نے انتہائی بدتمیزی سے کہا۔

لیکن سعد کے والد معاذ نے کہا کہ کیوں تم ایک مظلوم اور بوڑھے آدمی کو مار رہے ہو اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ سب لوگ اس مظلوم کی مدد کرنے کے بجائے تماشا دیکھ رہے ہو۔

چند لوگ تو معاذ صاحب کی بات سن کر اِدھر اُدھر ہوگئے۔ لیکن چند اور لوگوں نے ہمت کی اور سیٹھ عاطف کو ان غنڈوں کی مار سے بچایا۔

جب غنڈوں نے دیکھا کہ سارا مجمع اُن کے خلاف ہو گیا ہے تو وہ سنگین نتائج کی دھمکیاں دیتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئے۔

بھائیو! آج یہ سیٹھ عاطف کے ساتھ ہو رہا ہے کل ہمارے ساتھ ہو گا ہم ان چند بے لگام غنڈوں کو ٹھیک کیوں نہ کریں۔

سیٹھ توقیر نے کہا۔

ہاں لیکن ان غنڈوں سے کون بھڑ سکتا ہے؟

بھائیو! مظلوم کی مدد ہمارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت ہے۔

مولانا قطب صاحب نے جرأت کے ساتھ کہا۔

اور اگر آپ مجھے اجازت دیں تو میں ایک مختصر واقعہ آپ کے گوش گزار کروں۔

جی ضرور مولانا صاحب! ایک بہت بڑا مجمع جمع ہو چکا تھا۔

تمام لوگ راستہ چھوڑ کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔

مولانا قطب صاحب نے حمد و صلوٰۃ کے بعد کہا۔

میرے مسلمان بھائیو!

یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ہمارے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر مبارک بیس سال ہو چکی تھی۔ یمن کا ایک تاجر اپنا سامانِ تجارت لے کر مکہ آیا۔

مکہ کے ایک سردار عاص بن وائل نے اُس سے اُس کا سارا سامان تجارت خرید لیا اور اُس تاجر کی بیٹی کو بھی اُس سے چھین لیا اور سامانِ تجارت جو خریدا تھا اُس کی قیمت دینے سے بھی انکار کر دیا۔

یمن کے تاجر پر جب یہ ظلم ہوا تو اُس نے مکہ کے بڑے بڑے قبیلوں کے نامور سرداروں سے کہا کہ آپ میرا مال یا اس کی قیمت دلوا دیجئے اور میری بیٹی جو عاص بن وائل نے چھین لی ہے وہ بھی مجھے واپس دلائی جائے۔

بجائے اس کے کہ یہ سردار یمن کے اس مظلوم تاجر کی مدد کرتے اُلٹا اس کو ڈرانے اور دھمکانے لگے اور اُس سے کہنے لگے کہ ہم میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ ہم عاص بن وائل سے ٹکر لے سکیں۔

یمن کے تاجر نے جب دیکھا کہ اس کی یہاں کہیں داد رسی نہیں ہو رہی ہے تو دوسرے دن صبح سویرے جب قریش حرم کعبہ میں حسبِ معمول اپنی اپنی مجلسیں جمائے بیٹھے تھے تو وہ تاجر جبل ابو قیس پر چڑھ گیا۔ اور وہاں کھڑے ہو کر بلند آواز سے فریاد کرنے لگا کہ

اے فہر کی اولاد! اس مظلوم کی فریاد سنو! جس کا مال و متاع اس شہر مکہ میں ظلم کرتے ہوئے چھین لیا گیا ہے ایک ایسے عالم میں جب وہ اپنے وطن اور مددگاروں سے دور ہے۔

اے مکہ کے سردارو! میری فریاد سنو!

مجھ پر حطیم اور حجر اسود کے درمیان یہ ظلم کیا گیا ہے۔

غرض یہ کہ یمن کے تاجر نے اپنی مظلومیت کی داستان بیان کی۔

حرم میں موجود قریش کے تمام سرداروں نے اس مظلوم تاجر کی فریاد سنی۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب کھڑے ہو گئے اور اعلان کیا:۔

"اب اس فریاد کو نظر انداز کرنا ہمارے بس کا روگ نہیں"

چنانچہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے لوگوں کو جمع کیا اور انہیں اس پر راضی کیا کہ ہم سب متحد ہو کر مظلوم کی مدد کریں گے۔

زبیر بن عبد المطلب کے کہنے پر سب لوگ عاص بن وائل کے گھر جا پہنچے۔

دروازے پر دستک دی۔

جب عاص بن وائل باہر آیا اور اس نے اتنے سارے لوگوں کو اور ساتھ ہی اس نے یمنی تاجر کو بھی دیکھا تو سارا معاملہ سمجھ گیا۔

زبیر بن عبد المطلب نے عاص بن وائل سے کہا کہ کیا تم نے اس کا مال اور بیٹی لی ہے اور اس کو اس کے مال کی قیمت بھی نہیں دی۔

عاص بن وائل نے کہا یہ تو میری لونڈی ہے جس کو میں نے اس کے مال کے ساتھ خریدا ہے۔

اس تاجر نے کہا عاص بن وائل جھوٹ بول رہا ہے میں بیت اللہ کی عظمت کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ میری بیٹی ہے جو اس نے اغوا کی ہے۔

شرفاء مکہ نے تحقیق کے بعد اس یمنی تاجر کا مال اور اس کی بیٹی عاص بن وائل جیسے ظالم سے واپس دلائی۔

پھر ایک تاریخی معاہدہ ہوا جس کو حلف الفضول کے نام سے جانا جاتا ہے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس معاہدہ میں سرگرم حصہ لیا بلکہ صحیح بات یہی ہے کہ یہ جو تحریک رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبد المطلب نے شروع کی تھی اس میں جان ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ڈالی۔ بلکہ ایک موقع پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے "حلف الفضول" کے معاہدے کے حوالے سے فرمایا۔

میں عبد اللہ بن جرعان کے گھر میں موجود تھا جب حلف الفضول طے پایا اس کے بدلے میں اگر مجھے کوئی سرخ اونٹ دے تب بھی میں لینے کیلئے تیار نہیں اور اس قسم کے معاہدے کی دعوت اسلام میں بھی اگر کوئی مجھے دے تو میں اس کو قبول کروں گا۔

یہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ترغیب اور سنت ہے کہ مظلوم کی دادرسی کی جائے اس کی مدد کی جائے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ تم مسلمان کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم۔

صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مظلوم کی مدد تو سمجھ میں آرہی ہے مگر ظالم کی مدد کیسے کریں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی مدد ایسے کرو کہ اُسے ظلم سے روکو۔

تو بچو!

ہم سب لوگوں کو مظلوم کی مدد کرنی چاہئے اور ظالم کو ظلم سے روکنا چاہئے یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے اور حکم بھی۔

پھر تمام لوگوں نے مل کر کہا ہم سیٹھ عاطف اور ہر مظلوم کی مدد کریں گے۔

تمام لوگوں نے سیٹھ عاطف کو دِلاسا دیا ہمت بندھائی اور مظلوم کے ساتھ یکجہتی کا اظہار کیا۔

امانت و دیانت

یہ آپ کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آتے ہیں جو آپ روزانہ اتنی ساری چیزیں اٹھا کر لے آتے ہیں۔

سعیدہ کی والدہ نے اپنے شوہر ہارون صاحب سے پوچھا۔

بیگم آم کھاؤ پیڑ نہ گنو۔

نہیں آپ کی تنخواہ تو اتنی ہے کہ ہم آرام سے گزر بسر کر سکتے ہیں لیکن آپ جتنے اخراجات کرتے ہیں یہ تمام اخراجات تو آپ کی تنخواہ میں پورے نہیں ہو سکتے۔

پھر آپ کے پاس اتنے پیسے کہاں سے آتے ہیں۔

ہارون صاحب کی اہلیہ بھی پیچھے ہٹنے کو تیار نہیں تھیں۔

بھئی بیگم آپ کو تو معلوم ہے کہ میں کمپنی میں پروکیورمنٹ ڈیپارٹمنٹ میں ہوں اور مارکیٹ سے کمپنی کیلئے مختلف چیزوں کو خرید کر لاتا ہوں۔ اس لئے دکاندار مجھے یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں تحفے کے طور پر دے دیتے ہیں۔

ہارون صاحب نے لاپرواہی سے کہا۔

لیکن اگر آپ ان دکانداروں سے کچھ نہ خریدیں تو وہ آپ کو یہ چیزیں دیں گے۔

نہیں نا!

پھر وہ چیز جو دیتے ہیں تو وہ مہنگی دیتے ہیں اور اس کا بار کمپنی پر پڑتا ہے۔

اور وہ تمام چیزیں جو آپ خرید کر کمپنی کو دیتے ہیں اُن کی قیمت زیادہ ہوتی ہے جس سے کمپنی کو نقصان ہوتا ہوگا۔

اور جو تنخواہ آپ ہمیں لا کر دیتے ہیں وہ بھی حرام ہو جاتی ہے۔

مجھے اور میرے بچوں کو حرام نہیں کھلایئے سعیدہ کے ابو!

ہم کم کھا کر تو خوش رہ لیں گے لیکن حرام کھا کر پنپ نہیں سکیں گے حلال میں برکت ہوتی ہے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ برکت دیتا ہے۔

اگر کمپنی نے آپ کو جو ذمہ داری دی ہے اس کو امانت داری اور دیانت داری کے ساتھ پورا کیجئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس میں برکت ڈال دے گا۔

ہارون صاحب نے کہا اچھا بیگم میں آئندہ کوشش کروں گا کہ حلال کمائی ہی گھر لاؤں۔

سعیدہ بھی بڑی دیر سے اپنی والدہ کی باتیں سن رہی تھی وہ بھی قریب آکر کھڑی ہو گئی اور کہنے لگی۔۔۔۔امی جان! میں نے اپنی کتاب میں پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایمانداری اور دیانت کا ایک واقعہ پڑھا تھا میں آپ کو وہ سناتی ہوں۔

ہاں بیٹا ضرور سناؤ سعیدہ کے امی ابو دونوں نے ایک ساتھ کہا۔

خدیجۃ الکبریٰ عرب کے ایک امیر گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں اور آپ کے تجارتی قافلے دوسرے ملک آتے جاتے رہتے تھے۔

جب مکہ کے لوگ اپنے تجارتی قافلوں کو بیرونِ ملک بھیجتے تو اس میں سیّدہ خدیجہ کا بھی سامانِ تجارت شامل ہوتا تھا۔

اور اس قافلہ کے ساتھ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کا ایک نمائندہ بھی شامل ہوتا تھا۔

سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور پاکبازی کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا تھا۔

انہوں نے اپنے خادم کے ذریعے آپ کو اپنے پاس بلایا اور کہا کہ یہ میرا سامانِ تجارت ہے جو میں قافلہ والوں کے ساتھ بھیج رہی ہوں۔

میں چاہتی ہوں کہ اس سامانِ تجارت کے ساتھ آپ بھی جایئے اور میرے سامان کی تجارت آپ فرمایئے جو معاوضہ میں دوسروں کو دیتی ہوں آپ کو دوگنا دوں گی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ کا سامانِ تجارت لیا اور قافلہ والوں کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوگئے۔

چند دِنوں کے سفر کے بعد یہ قافلہ شام کے شہر بصریٰ میں جا پہنچا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ملکِ شام میں سیّدہ خدیجہ کا سامان فروخت کر دیا اور جو قیمت وصول ہوئی اس سے ملک شام کی مصنوعات اور مغربی ممالک سے آئی ہوئی دیگر چیزیں خرید لیں۔

پھر اپنے نئے خریدے ہوئے سامان کو اونٹوں پر لدوا دیا اور مکہ کی جانب واپس روانہ ہوگئے۔

اس سفر میں نفع بھی دگنا ہوا جو توقع سے بھی بہت زیادہ تھا۔ یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور کاروباری مہارت کا ثمر تھا۔

بابا جان! حلال کمانا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت بھی ہے۔

ہارون صاحب کو بے ساختہ اپنی بیٹی پر پیار آگیا۔

ہاں بیٹا ہم اب اپنے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت پر ہی عمل کریںگے۔ ہارون صاحب نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

اچھا سعیدہ بیٹی! آگے کیا ہوا؟ سعیدہ کی والدہ نے سعیدہ کی جانب دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

جی امی جان!

جب یہ قافلہ مکہ کے قریب پہنچا تو ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کے خادم میسرہ کو جو کہ قافلہ میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ گئے تھے ان کو کہا کہ وہ آگے جائے اور اپنی مالکہ کو کامیاب تجارتی سفر کی خوشخبری سنائے۔

جب یہ قافلہ مکہ مکرمہ کے قریب پہنچا تو سیّدہ خدیجہ اپنے مکان کی چھت پر چڑھ کر قافلہ کا انتظار کرنے لگیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ کو سفر کی تمام تفصیلات سے آگاہ کیا۔

سیّدہ خدیجہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت دیکھ کر بہت خوش ہوئیں۔

سیّدہ خدیجہ کے غلام میسرہ نے اس طویل سفر میں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور سیرت و کردار کو دیکھا تھا۔ اپنے اور اپنے قافلے والوں کے ساتھ جس حسنِ سلوک کو دیکھا اور کاروباری مہارت بھی دیکھی تو اُس نے اس کا تذکرہ بھی سیّدہ خدیجہ سے کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امانت و دیانت اور حسنِ سیرت کو دیکھ کر سیّدہ خدیجہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رفیقہ حیات بن گئیں تو اُن کیلئے یہ بڑی سعادت کی بات ہوگی۔

اور پھر بعد میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شادی سیّدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ہوگئی۔

امن کے سفیر

اسکول کے اندر ہر طرف گہما گہمی کا عالم تھا کیونکہ اگلے ہفتے انٹر اسکول تقریری مقابلے کا انعقاد ہونے والا تھا۔ رضا اپنے اسکول کی طرف سے اس مقابلے کی نمائندگی کر رہا تھا۔

بابا جان! بابا جان! مجھے آج ہی آپ نے تقریر لکھ کر دینی ہے کیونکہ اگلے ہفتے تقریری مقابلہ ہے۔

رضا نے بستہ الماری میں رکھتے ہوئے کہا۔

جی بیٹا! لیکن تقریر کا موضوع کیا ہے؟

بابا جان تقریر کا موضوع ہے "جنگ ٹلتی رہے تو اچھا ہے"۔

بھئی رضا موضوع تو بہت اچھا ہے لیکن تقریر اگر آپ خود لکھیں تو یہ بہت اچھا ہو گا میں آپ کو پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ایک واقعہ سناتا ہوں کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمتِ عملی کی وجہ سے ایک بہت بڑی جنگ ٹل گئی تھی۔ آپ اس واقعہ کو سن کر خود ہی تقریر تیار کر لیجیے گا۔

جی بابا جان! صحیح ہے مگر آپ یہ واقعہ کب سنائیں گے۔

بس آپ منہ ہاتھ دھو لیجیے اور کھانا بھی کھا لیجیے پھر ظہر کی نماز کے بعد ہم آپ کو یہ واقعہ سنائیں گے۔

جی بابا جان! بہتر۔

ظہر کی نماز کے بعد رضا اپنے والد صاحب کے کمرے میں چلا گیا۔

بابا جان السلام علیکم! رضا نے ادب و احترام کے ساتھ اپنے والد صاحب کو سلام کیا۔

وعلیکم السلام! آؤ بیٹا آؤ۔ کاشف صاحب نے شفقت کے ساتھ کہا۔

جی بابا جان! آپ نے کہا تھا کہ تقریر کے موضوع کے حوالے سے آپ واقعہ سنائیں گے۔

ہاں بیٹا۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نبوت کا اعلان نہیں کیا تھا۔

رضا بیٹا آپ کو تو معلوم ہی ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر سب سے پہلے سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام نے ہی کی تھی۔ اب خانہ کعبہ کی تعمیر کو ایک طویل عرصہ گزر چکا تھا لہٰذا قریش نے سوچا کہ کیوں نہ خانہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر از سرِ نو تعمیر کیا جائے۔

تمام لوگوں نے فیصلہ کیا کہ کعبہ کی تعمیر میں صرف اپنا حلال پیسہ لگائیں گے سود وغیرہ کی رقم سے ہم بیت اللہ کی تعمیر نہیں کریں گے۔

ضرورت کا سارا سامان جمع کر لیا گیا اور تعمیر کیلئے دیگر انتظامات بھی مکمل کر لئے گئے۔ لیکن قریش کچھ پریشان ہو گئے۔ کعبہ خدا کا گھر تھا اس کو گرانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔

ابراہہ کا عبرتناک انجام انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا یہ خوف انہیں بار بار پریشان کر رہا تھا کہ خانہ کعبہ کو گرا کر وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے غضب کا کہیں شکار نہ ہو جائیں۔

دوسرا ایک مسئلہ اور بھی خانہ کعبہ کی تعمیر میں حائل تھا کہ خانہ کعبہ کے اندر ایک کنواں تھا اس میں ایک خوفناک اژدھے نے ڈیرہ ڈال رکھا تھا۔

کبھی کبھی یہ اژدھا دھوپ تاپنے کیلئے کنوئیں سے نکل کر کعبہ کی دیوار پر آجاتا تھا۔

ایک روز اژدھا حسبِ عادت کنوئیں سے نکلا اور کنوئیں کی دیوار پر دھوپ تاپنے لگا کہ اچانک فضا سے ایک پرندہ اُس پر جھپٹا اور اسے اٹھا کر لے گیا۔

یہ منظر دیکھ کر قریش کی ایک پریشانی دور ہو گئی۔ مگر ابھی بھی وہ یہ سوچ رہے تھے کہ پرانی عمارت کو گرائیں یا نہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ ادھر کعبہ کی اینٹیں گرائیں اور عذابِ الٰہی اُن کی اینٹ سے اینٹ بجادے۔ کسی میں بھی اتنی جرأت نہیں تھی۔

بالآخر ولید بن مغیرہ مخزومی نے ہمت کی اور لمبی دعاؤں کے بعد کدال چلانا شروع کر دی۔ ولید بن مغیرہ کدال بھی چلاتا جاتا اور یہ دعا بھی کرتا رہتا، اے اللہ! ہمیں خوفزدہ نہ کرنا۔ اے اللہ! ہم صرف خیر کا ارادہ رکھتے ہیں۔

باقی لوگ اندیشے کا شکار تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ابھی ولید پر آسمان سے کوئی آفت ٹوٹ پڑے۔ لوگوں نے کہا اگر آج رات خیریت سے گزر گئی تو ہم سمجھیں گے ہمیں اس کام کیلئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل ہے۔

ورنہ ان گرے ہوئے پتھروں کو اٹھا کر واپس اُن کی جگہ رکھ دیں گے اور اپنا یہ ارادہ بھی ترک کر دیں گے۔

چنانچہ رات خیر و عافیت سے گزر گئی دوسرے دن تمام قبائل نے مل کر کعبہ کی پرانی عمارت کو گرا دیا اور تعمیر کیلئے مختلف قبائل کو کعبہ کی تعمیر کیلئے مختلف ذمہ داریاں دے دی گئیں تاکہ سب قبائل کو بیت اللہ کی تعمیر کی سعادت حاصل ہو سکے۔

تمام قبائل پورے خلوص کے ساتھ بیت اللہ کی تعمیر میں مشغول ہو گئے۔ پیار و محبت کے ساتھ تمام لوگ تعمیر میں مصروف تھے اور اب حجرِ اسود کو نصب کرنا تھا کہ تمام قبائل میں سوئی ہوئی عصبیت اچانک جاگ اٹھی۔

ہر قبیلے کی خواہش تھی کہ یہ سعادت اس کو حاصل ہو اور اگر یہ سعادت و اعزاز اس کے قبیلے کو نہیں ملا تو خواہ کچھ بھی کیوں نہ کرنا پڑے چاہے اس کیلئے ہمیں تلواریں ہی کیوں نہ اٹھانی پڑیں ہم پیچھے نہیں ہٹیں گے۔

کچھ قبائل تو خون سے بھرا ہوا پیالہ بھی لے آئے اور اس میں ہاتھ ڈبو کر یہ عہد کیا کہ اگر یہ اعزاز کسی اور قبیلے کو حاصل ہوا تو ہم اپنی گردنیں تو کٹوا دیں گے مگر کسی اور قبیلے کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہونے دیں گے۔

غرض یہ کہ ایک جنگ کا ماحول وہاں تیار ہو گیا اور عنقریب ایسا ہی ہوتا کہ جنگ شروع ہو جاتی کہ خالد بن ولید کے چچا اُمیہ بن مغیرہ نے کہا کہ تم لوگ کیوں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو۔ آؤ ہم سب مل کر کسی کو حکم بنا لیتے ہیں وہ جو فیصلہ کر دے، وہ سب کو قبول ہونا چاہئے۔

پھر خود ہی تجویز دیتے ہوئے کہنے لگا تمہارا کیا خیال ہے کہ باب بنی شیبہ، میں سے جو شخص سب سے پہلے داخل ہو ہم اسی کو اپنا حکم بنالیں۔ اور وہ جو فیصلہ کرے اس کو منظور کر لیں۔

سب نے اس تجویز سے اتفاق کر لیا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ اللہ کے رسول ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب بنی شیبہ سے داخل ہوتے ہوئے نظر آئے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر لوگوں کو بے حد مسرت ہوئی اور ایک بزرگ ترین شخصیت نے کہا۔

یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں یہ صادق و امین ہیں ہم سب ان کے فیصلے پر راضی ہیں۔

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے نزدیک پہنچے تو انہوں نے ساری داستان آپ کو سنائی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک چادر منگوائی۔

جب چادر آگئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کو زمین پر بچھا دیا اور حجر اسود کو اپنے مبارک ہاتھوں سے اٹھا کر اس چادر کے بیچ میں رکھ دیا۔

پھر ہر قبیلہ کے ایک ایک سردار کو بلایا اور فرمایا کہ سب مل کر اس چادر کو پکڑ لو۔ اور حجر اسود کو اٹھا کر لے آؤ۔

سب نے نہایت عزت و احترام اور عقیدت و محبت کے ساتھ اس چادر کو اٹھایا اور کعبہ کی جانب چل دیے۔

جب اُس مقام پر پہنچے جہاں حجر اسود نصب کرنا تھا۔

تو ہمارے پیارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے مبارک ہاتھوں سے حجر اسود کو اُٹھا کر اُسے اُس کی جگہ پر لگا دیا۔

اس طرح اس مقدس کام میں شرکت کا اعزاز بھی سب کو مل گیا اور جنگ کے بھڑکتے ہوئے شعلے بھی بجھ گئے۔

وہ چہرے جو کچھ دیر پہلے غصہ سے تمتمارہے تھے۔ آنکھوں میں خون اتر چکا تھا۔ تلواریں بے نیام ہو چکی تھیں اور خون کے پیالے میں انگلیاں ڈبو کر جان لینے اور دینے کے عہد کر رہے تھے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس حکمت کے بعد مسکرا رہے تھے اور آپس میں گلے مل رہے تھے۔

تو رضا دیکھا آپ نے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حکمت سے جنگ کے شعلوں کو کس طرح سرد کر دیا۔

آج کے دور کے دانشور جب یہ کہتے ہیں کہ جنگ نہیں ہونی چاہیے، فتنہ فساد نہیں ہونا چاہیے اور جنگ نہ ہو تو بھی بہتر ہے۔

یہ پیغام تو آج سے چودہ سو سال قبل ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیا تھا۔

جنگ ٹلتی رہے تو اچھا ہے۔

اچھا بیٹا مجھے اُمید ہے کہ اب تم ایک اچھی تقریر تیار کر لو گے۔

جی بابا جان! ان شاء اللہ میں اب ضرور ایک اچھی تقریر تیار کر لوں گا۔

غارِ حرا اور تبلیغِ دین

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر مبارک جب چالیس سال ہو گئی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک غار میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ اُس غار کا نام غارِ حرا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دن اور رات اس غار میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرتے پھر واپس اپنے اہل خانہ کی طرف تشریف لے آتے۔ کچھ عرصہ سیدہ خدیجۃ الکبریٰ کے ساتھ گزار کر پھر پانی اور ستو وغیرہ لے کر غار واپس آتے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مصروف ہو جاتے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کو جو خواب دیکھتے دن میں اس کی تعبیر صبح کی روشنی کی طرح بالکل واضح ہو جاتی تھی۔

اور خواب کے بارے میں کسی قسم کا کوئی شک وشبہ نہیں رہتا تھا۔

پھر ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس وحی لے کر جبریل امین حاضر ہوئے۔

اور سورہ علق کی ابتدائی پانچ آیات نازل ہوئیں۔

سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہ پہلے مرد تھے جنہوں نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار مکہ کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ اور قبولِ اسلام سے قبل بھی آپ کی شرافت اور پاکبازی کی مثالیں دی جاتی تھیں۔

سیّدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تجارتی قافلہ یمن جانے کیلئے تیار تھا سیّدنا صدیق اکبر اونٹ پر سوار ہوئے اور یہ قافلہ یمن کی جانب روانہ ہو گیا۔

جب سیّدنا صدیق ابو بکر کا قافلہ یمن پہنچ گیا تو وہیں پر ایک طویل العمر جہاں دیدہ بوڑھا راہب کھڑا ہوا تھا اس راہب نے تمام آسمانی کتب کو پڑھا ہوا تھا اور وہ علوم جو سینہ بہ سینہ منتقل ہوئے تھے انہیں بھی جانتا تھا۔

جب اس بوڑھے راہب نے سیّدنا صدیق اکبر کو دیکھا تو اس نے صدیق اکبر سے کہا کہ مجھے لگتا ہے تمہارا تعلق حرم کعبہ سے ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، جی بالکل میرا تعلق حرم کعبہ سے ہے۔

پھر اس بوڑھے راہب نے پوچھا کہ تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا، میرا تعلق بنی تمیم سے ہے۔

اس راہب نے کہا کہ ایک نشانی باقی رہ گئی ہے۔

صدیق اکبر فرماتے ہیں کہ "میں نے پوچھا وہ کون سی نشانی ہے؟"

بوڑھے راہب نے کہا کہ "اپنے پیٹ پر سے کپڑا اُٹھایئے۔"

صدیق اکبر نے فرمایا، پہلے تم اپنا مقصد مجھے بتاؤ جب تک تم اپنا مقصد نہیں بتاؤ گے میں اپنے پیٹ پر سے کپڑا نہیں اٹھاؤں گا۔

اُس بوڑھے راہب نے کہا کہ

میں نے آسمانی کتابوں میں پڑھ رکھا ہے کہ حرم کی زمین پر ایک پیغمبر تشریف لائیں گے اور ان کے دو دوست ہوں گے ایک ادھیڑ عمر اور ایک جوان۔ ادھیڑ عمر کے شخص کے پیٹ پر سیدھے پیر کی طرف تل کا نشان ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ شخص تم ہو میں چاہتا ہوں کہ یہ آخری نشانی بھی دیکھ لوں۔

چنانچہ بوڑھے راہب کی خواہش پر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پیٹ پر سے کپڑا ہٹا دیا۔

تو پیٹ پر تل کا نشان موجود تھا اس راہب نے کہا کہ ربِّ کعبہ کی قسم وہ ادھیڑ عمر شخصیت آپ ہی ہیں اور جب پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نبوت کا اعلان کریں تو آپ اسلام لانے میں سبقت لے جایئے گا اور دیگر نصیحتیں اس راہب نے کیں۔

سیّدنا صدیق اکبر جب یمن سے تجارت کر کے واپس آنے لگے تو وہ بوڑھا راہب بھی آپ کو الوداع کہنے آیا۔

اُس بوڑھے راہب نے کہا اے ابوبکر !میرے پاس اس پیغمبر کی تعریف میں چند اشعار ہیں آپ ان اشعار کو اس نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا دیجئے گا۔

اُس نے وہ اشعار مجھے دے دیئے۔

جب حضرت ابوبکر کا قافلہ مکہ واپس آگیا۔ ابھی سیّدنا صدیق اکبر گھر میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے کہ عتبہ اور شیبہ راستے میں ہی مل گئے۔

حضرت ابوبکر نے پوچھا عتبہ خیریت تو ہے؟

عتبہ نے کہا ابوبکر تمہارے دوست محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے پیغمبری کا دعویٰ کر دیا ہے اور وہ ہمارے بتوں کو باطل قرار دیتے ہیں۔

اب آپ تشریف لے آئے ہیں تو اس معاملہ کو سلجھایئے۔

حضرت ابوبکر صدیق یہ سن کر وہیں سے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آگئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابوبکر ! میں اللہ کا رسول ہوں آپ دوسرے لوگوں کے ساتھ مجھ پر ایمان لے آیئے تا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی رضا حاصل کر سکیں۔

حضرت ابوبکر نے عرض کیا کہ آپ کے پاس دلیل کیا ہے؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، میری دلیل وہ بوڑھا ہے جسے آپ یمن میں ملے تھے۔

حضرت ابوبکر نے عرض کی کہ میں بہت سے بوڑھوں سے ملا ہوں اور اُن سے خرید و فروخت بھی کی ہے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ابوبکر وہ بوڑھا جس نے بارہ اشعار بطورِ امانت تمہیں دیئے اور میرے پاس بھیجے اور وہ بارہ اشعار جو اُس راہب نے بطورِ امانت بھیجے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سنا دیئے۔

حضرت ابوبکر نے آپ کا دستِ مبارک پکڑا اور کہا "اشہد ان لا الٰہ الا اللّٰہ واشہد انک رسول اللّٰہ"۔

ایمان لانے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے بہت سے لوگوں نے اسلام قبول کیا۔

(ان سرفروشوں کی داستان قبولِ اسلام پڑھنے کیلئے ہماری کتاب "سنہری ستارے" میں ملاحظہ کیجئے۔)

(معارج النبوت، جلد دوم، صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱۔ از مولانا ملا معین واعظ الکاشفی مطبوعہ مکتبہ نبویہ)

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کوششوں سے کئی لوگ اسلام قبول کر چکے تھے جب مسلمانوں کی تعداد ۳۸ کے قریب پہنچ گئی تو ایک دن سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی۔

یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اب ہمیں کھلے عام تبلیغ کرنے کی اجازت دی جائے تاکہ ہم اسلام کی تبلیغ کا فریضہ پوری قوت سے انجام دے سکیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو بکر! ابھی ہماری تعداد بہت کم ہے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جامِ توحید سے سرشار تھے۔ عشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کی رگوں میں خون بن کر دوڑ رہا تھا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِصرار کیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف لے گئے تمام مسلمان بھی اپنے اپنے قبیلوں میں جا کر بیٹھ گئے جب تمام لوگ بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی تشریف لے آئے۔ جب سب لوگ آگئے تو اسلام کے پہلے خطیب سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔

کافر اور مشرکوں سے بھلا یہ کہاں برداشت ہو سکتا تھا وہ سب آپ کو مارنے کیلئے دوڑے اور وہاں پر موجود سب مسلمانوں کو خوب مارا اور سیّدنا صدیق اکبر کو تو اُن سب نے خاص طور پر نشانہ پر رکھ لیا۔

ڈنڈوں ہاتھوں اور لاتوں سے بہت مارا اتنے میں بدبخت عتبہ بن ربیعہ بھی آگیا اس نے اپنے جوتوں سے آپ کے چہرے پر بہت زیادہ مارا اور آپ کے پیٹ پر چڑھ کر کودنے لگا آپ کا چہرہ سوج کر پھول گیا۔ جب آپ کے قبیلے کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو وہ سب دوڑتے ہوئے آئے اور انہوں نے مشرکین کو دھکے دے کر حضرت ابو بکر سے دور ہٹایا۔

آپ پر اس قدر زیادہ تشدد کیا گیا تھا کہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ اب آپ زندہ نہیں بچیں گے۔

پھر بنو تیم واپس مسجد حرام میں آئے اور اعلان کر دیا کہ اگر ابو بکر مر گئے تو ہم عتبہ کو ضرور قتل کریں گے۔

اس کے بعد قبیلے کے لوگ واپس گھر آگئے آپ کے والد اور دیگر عزیز و اقارب آپ کو آواز دیتے لیکن آپ بے ہوش تھے۔

جب سورج غروب ہونے لگا تو آپ کو ہوش آیا۔ اور ہوش میں آتے ہی جو جملہ آپ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

ما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

مجھے بتاؤ کہ میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، میرے رہبر محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔

یہ سن کر لوگ آپ کو ملامت کرتے ہوئے وہاں سے چلے گئے اور آپ کی والدہ سے کہنے لگے کہ ان کا خیال رکھنا انہیں کچھ کھلانا پلانا۔

جب والدہ آپ کے پاس اکیلی رہ گئیں تو انہوں نے چاہا کہ آپ کچھ بولیں تو آپ نے پھر وہی جملہ دُہرایا:

ما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کہ اللہ کے پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔

والدہ نے کہا کہ مجھے تمہارے صاحب کے بارے میں کوئی خبر نہیں کہ اُن کا کیا حال ہے؟

آپ نے کہا اماں! اُم جمیل جو حضرت عمر کی بہن تھیں اُن کے پاس جاؤ اور حضور کے بارے میں ان سے معلوم کرو۔

آپ کی والدہ وہاں سے نکل کر اُم جمیل کے پاس گئیں اور اُن سے کہا کہ ابو بکر تم سے محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتے ہیں۔

اُم جمیل نے کہا کہ میں نہ ابو بکر کو جانتی ہوں اور نہ ہی محمد بن عبداللہ کو۔ لیکن اگر تم چاہو تو میں تمہارے ساتھ تمہارے بیٹے کے پاس چلتی ہوں۔

حضرت ابو بکر صدیق کی والدہ نے کہا بہت بہتر۔

چنانچہ اُم جمیل حضرت ابو بکر کی والدہ اُم الخیر کے ساتھ حضرت ابو بکر کے گھر آ گئیں۔

دیکھا کہ ابو بکر بے ہوش ہیں اور نزع کی حالت میں ہیں۔

اُم جمیل آپ کے قریب گئیں اور رونا پیٹنا شروع کر دیا۔ اور کہا جن لوگوں نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے۔ بے شک وہ فاسق وفاجر ہیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ ضرور اُن سے انتقام لے گا۔

لیکن صدیق اکبر نے اُن سے بھی یہ سوال کیا:

ما فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

میرے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کیا حال ہے۔

اُم جمیل نے کہا کہ یہ آپ کی والدہ سن رہی ہیں۔

آپ نے جواب دیا، ان سے ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

مطمئن ہونے کے بعد اُم جمیل نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحیح سلامت ہیں۔

آپ نے پوچھا اس وقت حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں۔

اُم جمیل نے فرمایا، دار ارقم میں ہیں۔

اپنے آقا کی خیریت سن کر آپ کو آرام و سکون ملا۔

پھر آپ نے کہا کہ بخدا میں اس وقت تک نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا جب تک اپنے پیارے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں۔

جب رات کو لوگوں کی آمد و رفت کم ہو گئی تو یہ دونوں خواتین سیّدنا صدیق اکبر کو لے کر گھر سے نکلیں۔

جب حضور کی بارگاہ میں یہ پہنچے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت ابو بکر پر جھک گئے اور آپ کی حالتِ زار کو دیکھ کر نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی رِقت طاری ہو گئی۔

صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! میرے ماں باپ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان مجھے کوئی تکلیف نہیں سوائے ان جوتیوں کی ضربوں کے جو عتبہ نے میرے چہرے پر ماری ہیں۔

پھر آپ نے کہا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ میری ماں ہیں آپ ان کیلئے دعا کریں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ انہیں آگ سے نجات دے اور یہ اسلام قبول کرلیں۔

آپ نے ان کیلئے دعا کی اور اسلام کی دعوت دی اور انہوں نے کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کرلیا۔

پھر مسلمان ایک مہینہ تک دار ارقم میں قیام پذیر رہے اور خفیہ طور پر اسلام کی تبلیغ کرتے رہے۔

حضرت ابو ذر غفاری کا قبولِ اسلام

حضرت ابوذر غفاری قبیلہ غفار سے تعلق رکھتے تھے انہیں ایک دن خبر ملی کہ مکہ میں ایک شخص یہ کہتا ہے کہ وہ اللہ کا نبی ہے اور وہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا سے غیب کی خبریں بھی بتاتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری نے اپنے بھائی انیس سے کہا کہ تم مکہ جاؤ اور اس آدمی سے ملو اور دیکھو کہ وہ کیا تبلیغ کرتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری کے بھائی مکہ آگئے۔ چند روز قیام کرنے کے بعد وہ واپس اپنے گھر کی جانب روانہ ہوگئے۔

جب واپس گھر آئے تو ابوذر غفاری نے پوچھا سناؤ کیا خبر لائے ہو۔

اُنیس نے جواب دیا اللہ کی قسم! میں نے ایک شخص کی زیارت کی ہے اس کا کلام حقیقت پر مبنی ہے شعر و شاعری نہیں ہے۔

ابو ذر غفاری نے کہا کہ میں خود ایسی ہستی کی زیارت کرنا چاہتا ہوں لہٰذا حضرت ابو ذر غفاری نے زادِ راہ ساتھ لیا اور مکہ کی جانب روانہ ہوگئے۔

حضرت ابوذر غفاری نے مکہ پہنچ کر سیدھا حرم کی طرف رُخ کیا۔

اب معاملہ یہ تھا کہ حضرت ابو ذر غفاری حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پہچانتے بھی نہیں تھے اور کسی سے پوچھنا بھی نہیں چاہتے تھے کہ مبادا کسی مصیبت میں نہ پھنس جائیں۔

یہاں تک کہ رات ہوگئی اور حضرت ابوذر غفاری وہیں لیٹ گئے۔

رات کے وقت حضرت علی وہاں سے گزر رہے تھے انہوں نے جب حرم میں ایک شخص کو لیٹے ہوئے پایا تو انہیں خیال گزرا کہ کہیں یہ کوئی مسافر نہ ہو۔

جب حضرت ابوذر غفاری سے معلوم کیا تو آپ نے فرمایا ہاں! میں مسافر ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا تو آؤ گھر چلو۔

حضرت ابوذر غفاری حضرت علی کے ساتھ ساتھ چل دیئے دونوں خاموشی کے ساتھ چل رہے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہ اُن سے کچھ پوچھا اور نہ حضرت ابوذر غفاری نے کچھ بتایا۔ صبح ہوئی تو حضرت ابوذر غفاری پھر حرم شریف آگئے تا کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ پتا چل سکے لیکن انہیں کوئی بھی ایسا آدمی نہ ملا جو کہ انہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا پتا بتا سکے۔ یہاں تک کہ شام ہوگئی۔

حضرت علی پھر وہاں سے گزرے اور انہیں پھر اپنے ساتھ لے گئے۔

دوسرے دن حضرت ابوذر غفاری پھر حرم شریف آگئے۔

صبح سے شام ہو گئی لیکن حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ پتا نہیں چل سکا۔

یہاں تک کہ سورج غروب ہو گیا حسبِ معمول حضرت علی پھر وہاں سے گزرے اور حضرت ابوذر غفاری کو ساتھ چلنے کا کہا۔ حضرت ابوذر غفاری آپ کے ساتھ چلنے لگے۔

پھر حضرت علی نے پوچھا کہ تم کس مقصد کیلئے یہاں آئے ہو؟

حضرت ابوذر غفاری نے کہا کہ اگر آپ میرے ساتھ پکا وعدہ کریں کہ میرا راز کسی پر ظاہر نہیں کرینگے تو میں آپ کو بتاتا ہوں۔

حضرت علی نے انہیں رازداری کا یقین دلا دیا۔

حضرت ابوذر غفاری نے کہا ہمیں یہ خبر ملی ہے کہ یہاں ایک شخص ہے اس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے پہلے میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا کہ وہ ان سے گفتگو کرے وہ واپس آیا مگر مجھے اس کی خبر سے تسلی نہیں ہوئی لہٰذا اب میں خود اس شخص سے ملنے آیا ہوں۔

حضرت علی نے فرمایا تم صحیح شخص کے پاس پہنچ گئے ہو۔

بے شک وہ اللہ کے رسول ہیں اور میں اس وقت وہیں جارہا ہوں تم بھی میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔

جہاں میں جاؤں تم بھی وہیں داخل ہو جانا۔

اگر مجھے کسی قسم کا کوئی اندیشہ محسوس ہوا تو میں یہ ظاہر کروں گا کہ جیسے میں اپنی جوتی کا تسمہ ٹھیک کر رہا ہوں لیکن تم برابر چلتے رہنا۔

حضرت ابوذر حضرت علی کے پیچھے پیچھے چل دیئے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گئے۔

حضرت ابوذر غفاری نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ مجھے اسلام کے بارے میں کچھ بتایئے۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں اسلام کے بارے میں بتایا۔ حضرت ابوذر غفاری نے فوراً ہی اسلام قبول کر لیا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ازراہِ شفقت فرمایا، اے ابوذر ابھی یہاں مکہ میں اپنے ایمان کو ظاہر نہ کرو۔ بلکہ اپنے قبیلے کے پاس واپس چلے جاؤ اور انہیں اسلام کی دعوت دو۔

جب تم کو ہمارے غلبہ کی خبر ملے تو ہمارے پاس آجانا۔

حضرت ابوذر غفاری نے جو جام توحید نوش کیا تھا وہ بھی ساقی کوثر کے ہاتھوں سے بھلا حق کی بات کے بغیر وہ کیسے رہ سکتے تھے۔

انہوں نے کہا، یارسول اللہ! اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے میں مشرکین کے مجمع میں جاکر اپنے ایمان کا اعلان کروں گا۔

دوسرے دن صبح سویرے وہ پھر حرم شریف گئے وہاں پر قریش اپنی اپنی مجلس جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری آئے اور پورے زور کے ساتھ اعلان کیا۔

اے قریش کی جماعت میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

کفار میں غصے اور تشویش کی لہر دوڑ گئی۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ اس بے دین کی خبر لو!

اب کیا تھا سب کے سب انہیں مارنے کیلئے دوڑ پڑے اور جس کے ہاتھ میں جو چیز آئی، لکڑی، پتھر، ہڈی غرض جو چیز ہاتھ آئی اس سے مارنا شروع کر دیا۔

اتنے میں حضرت عباس وہاں پہنچ گئے۔ انہوں نے جب ابوذر کو دیکھا تو فوراً پہچان گئے اور اُن لوگوں کو جھڑکتے ہوئے کہا، نادانو! کیا کر رہے ہو؟ تمہیں معلوم ہے کہ تم بنی غفار کے آدمی کو قتل کر رہے ہو۔

ان کے شہر میں سے تمہارے تجارتی قافلے گزرتے ہیں اسے مار کر کیسے وہاں سے گزرو گے؟

تب اُن لوگوں نے حضرت ابوذر کو چھوڑا۔

حضرت ابوذر کو جب ہوش آیا تو آپ اُٹھ کر زمزم کے کنوئیں پر گئے اس کے پانی سے اپنے جسم پر لگے خون کو دھویا۔ جوں توں کر کے رات گزاری۔

صبح ہوئی تو عشق رسول کی گرمی نے پھر تڑپا دیا کہ میں اسلام قبول کرنے کا اعلان کروں اور اس جرم میں یہ کفار مجھے پھر ماریں اور میرے جسم کے انگ انگ سے خون کی ندیاں بہنے لگیں۔

چنانچہ کچھ دیر کے بعد جب کفارِ مکہ اپنی اپنی محفلیں جمائے بیٹھے تھے۔

حضرت ابوذر غفاری نے ایک مرتبہ پھر پوری شدت کے ساتھ اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

بس پھر کیا تھا کافر پھر آپ پر ٹوٹ پڑے مکوں، گھونسوں، ڈنڈوں اور پتھروں سے خوب مارا اتنے میں حضرت عباس پھر آ گئے۔

آپ نے انہیں پھر وہی بات کہی جو پہلے دن کہی تھی۔

تمام لوگ دور ہو گئے۔

اس کے بعد حضرت ابو ذر غفاری واپس اپنے وطن لوٹ گئے اپنے بھائی اُنیس کو اپنے ایمان لانے کا واقعہ سنایا

تو حضرت ابوذر کے بھائی نے کہا کہ میں تو پہلے ہی اس دین کو قبول کر چکا ہوں۔

دونوں بھائی اپنی والدہ کے پاس گئے اور انہیں بھی اسلام کی دعوت دی وہ بھی ایمان لانے کیلئے تیار ہی تھیں

جیسے ہی انہوں نے دعوت دی انہوں نے اس دعوت کو قبول کر لیا۔

پھر حضرت ابو ذر غفاری نے اپنے قبیلے میں تبلیغ کی تو آدھی قوم نے تو اسلام قبول کر لیا لیکن آدھی قوم نے کہا کہ

جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائیں گے تب ہم مسلمان ہو جائیں گے۔

اور جب پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو باقی آدھی قوم بھی مسلمان ہو گئی۔

حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قبولِ اسلام

یہ اسی زمانے کی بات ہے جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ فرمارہے تھے۔ ایک دن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف فرما تھے کہ ابو جہل وہاں سے گزرا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دیکھ کر اس کے اندر بغض وحسد کا لاوا ابل نکلا۔

اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو برا بھلا کہا۔

لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صبر فرمایا اور اس کو کوئی جواب نہیں دیا۔

ابو جہل سے یہ برداشت ہی نہیں ہوا اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کوئی چیز ماری جس سے آپ کے جسم مبارک سے خون نکلنے لگا۔

لیکن آپ نے صبر کے دامن کو مضبوطی سے تھامے رکھا۔

اس کے بعد ابو جہل اتراتا ہوا حرم شریف میں چلا گیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی خاموشی سے اپنے گھر تشریف لے آئے۔

اتفاق سے یہ منظر وہاں پر ایک لونڈی بھی دیکھ رہی تھی۔

حضرت حمزہ اس روز شکار کھیلنے کیلئے جنگل گئے ہوئے تھے۔

حضرت حمزہ کا یہ طریقہ تھا کہ آپ شکار سے واپسی پر پہلے حرم شریف میں حاضری دیتے بیت اللہ شریف کا طواف کرتے پھر حرم کے صحن میں جہاں مکہ کے سرداروں نے محفلیں جمار کھی ہوتی تھیں وہاں جاتے۔

سب سے علیک سلیک کرتے طبیعت ومزاج دریافت کرتے پھر گھر جاتے۔

اس روز بھی اسی ارادے سے وہ حرم شریف جارہے تھے کہ کوہِ صفا کے پاس سے گزرے۔

وہ کنیز جس نے یہ دلخراش منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا ان کا راستہ روک کر کھڑی ہوگئی۔

اور کہا اے ابو عمارہ! (حضرت حمزہ کی کنیت) آج تیرے بھتیجے کے ساتھ ابو جہل نے بہت وحشیانہ سلوک کیا پہلے گالیاں دیتا رہا پھر آپ کو مار کر لہولہان کردیا۔

یہ سن کر حضرت حمزہ کو بہت زیادہ غصہ آیا تن بدن میں آگ لگ گئی۔

بس اب کیا تھا آج نہ کسی سے علیک سلیک کر رہے تھے اور نہ کسی سے اس کا مزاج دریافت کر رہے تھے۔

بس ایک ابو جہل کی تلاش تھی۔ آخر کار آپ کی نظر ابو جہل پر پڑ ہی گئی جو اپنے قبیلے کے لوگوں کے درمیان میں بڑی شان سے بیٹھا ہوا تھا۔

آپ اس مجمع میں گھس گئے اور اپنی کمان سے اس کے سر پر وار کیے جس سے اس مردود کا سر پھٹ گیا اور خون کا فوارہ پھوٹ نکلا۔

حضرت حمزہ غصہ سے گرجتے ہوئے بولے، اے ابو جہل! تیری یہ مجال کہ تُو میرے بھتیجے کو برا بھلا کہے۔

بنو مخزوم کے لوگ یہ دیکھ کر طیش میں آگئے کہنے لگے کہ حمزہ لگتا ہے تم نے اپنے بھتیجے کا دین قبول کر لیا ہے۔

حضرت حمزہ نے فرمایا، ہاں میں نے اپنے بھتیجے کا دین قبول کر لیا ہے اور اگر تم میں ہمت ہے تو آؤ اور مجھے روک کر دیکھو۔

ابو جہل بہت مکار تھا کہنے لگا، ابو عمارہ کو (حمزہ) کچھ نہ کہو بخدا میری غلطی تھی میں نے اس کے بھتیجے سے بدکلامی کی۔

حضرت حمزہ نے اپنے بھتیجے کی محبت میں انتقام لے لیا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعلان بھی کر دیا۔ اب شیطان نے بھی وسوسے ڈالنا شروع کر دیئے کہ قریش کے اتنے بڑے رئیس ہو کیوں اس نئے دین کی طرف جا رہے ہو۔

حضرت حمزہ پوری رات شدید پریشان رہے۔

دوسرے دن صبح سویرے بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور عرض کی:۔

یا ابن اخی! اے میرے بھتیجے! میں ایک ایسی مصیبت میں پھنس گیا ہوں جس سے نکلنے کا راستہ میں نہیں جانتا اور ایسی بات پر قائم رہنا بڑا مشکل ہے جس کے بارے میں مجھے علم نہیں کہ یہ ہدایت ہے یا گمراہی۔ اس لیے مجھے اس بارے میں کچھ ارشاد فرمایئے۔ مجھے اسلام کے بارے میں بتایئے۔

چنانچہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کو نہایت آسان اور اچھے الفاظ میں اسلام کی تعلیمات سے آگاہ کیا۔

آپ کی نگاہِ کرم نے جب اُن پر نگاہ کی تو شک و شبہات کے تمام بادل چھٹ گئے۔

اور کفر و ظلم کے تمام اندھیرے بھی دور ہو گئے اور آپ نے عرض کی، میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

اور میں آپ کے دین کے لئے اعلانیہ اور کھل کر تبلیغ کروں گا۔

مجھے اب اگر ساری کائنات بھی دے دی جائے تب بھی مجھے اپنا پہلا دین پسند نہیں۔

آپ کے ایمان لانے سے کفر پر ایک رعب طاری ہو گیا بے آسرا مسلمان جن پر کفار ظلم و ستم کیا کرتے تھے اس میں بڑی حد تک کمی آگئی۔

عمر بن خطاب سے فاروقِ اعظم تک کا سفر

مکہ کی گلی میں ایک طاقتور لمبے قد چوڑے سینے اور بھرے ہوئے جسم کا نوجوان کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ گذشتہ چند ماہ کے واقعات پر غور کر رہا تھا کہ کس طرح ایک آدمی کی دعوت پر لوگ اس کے گرد پروانوں کی طرح جمع ہوتے جا رہے ہیں۔

جو لوگ محمد بن عبداللہ کے پاس ایک مرتبہ چلے جاتے ہیں پھر واپس پلٹ کر اپنے آباؤاجداد کے دین کی طرف نہیں دیکھتے۔

جن بتوں کی پرستش کی جاتی تھی اب ان کی بے بسی کے قصے زبان پر عام ہو چکے تھے۔

ہمارے آباؤاجداد جن کی عقلمندی کی قسمیں کھائی جاتی تھیں اب انہیں گمراہ اور احمق کہا جا رہا ہے۔

یہ سب کیا ہو رہا ہے؟

ہمیں جلد از جلد کوئی فیصلہ کرنا ہو گا ورنہ ہمارا معاشرہ اور مذہب تباہ ہو کر رہ جائے گا۔ اس نوجوان کو اس بات پر بھی شدید حیرت تھی کہ آخر جو لوگ اس شخص کی دعوت کو قبول کر لیتے ہیں انہیں خواہ کتنا ہی لالچ دے دیا جائے اُن پر کتنا ہی تشدد کیوں نہ کر لیا جائے وہ یہ نیا دین نہیں چھوڑتے وہ سسک سسک کر جان تو دے سکتے ہیں مگر اس نبی کا دامن نہیں چھوڑتے۔

اب اس کا ایک ہی حل ہے کہ اس چراغ ہی کو بجھا دیا جائے جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ تباہ ہو رہا ہے۔

لیکن یہ چراغ بجھائے گا کون؟

وہ نوجوان اِدھر اُدھر دیکھتا اور پھر بالآخر اس کی نگاہ اپنے اوپر ہی آکر ٹھہر جاتی۔

پھر اُس نے خود کو اس قربانی کیلئے پیش کر دیا اب وہ فیصلہ کر چکا تھا کہ وہ اس چراغ کو بجھا کر ہی دم لے گا۔ خواہ بعد میں اُسے بنوہاشم کے غم وغصے کے طوفان کا ہی کیوں نہ سامنا کرنا پڑے۔

آخر طویل سوچ بچار کے بعد اس نوجوان نے تلوار اٹھائی اور اپنے اس ارادے کو عملی جامہ پہنانے کیلئے عزم بالجزم کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔

گرمی کا موسم تھا، دوپہر کا وقت تھا، دھوپ بھی ہر چیز کو جھلسا رہی تھی مگر یہ نوجوان ہر چیز سے بے نیاز اس چراغ کو بجھانے کی دھن میں مگن ننگی تلوار لیے چلا جا رہا تھا۔

راستے میں ایک قریشی نوجوان نعیم بن عبداللہ جو کہ اسلام قبول کر کے مسلمان ہو چکے تھے مگر ابھی اپنے اسلام کا اعلان نہیں کیا تھا راستے میں مل گئے۔

اس نوجوان کے تیور دیکھ کر اُن سے صبر نہ ہو سکا اور پوچھ ہی لیا اے عمر! یہ ننگی تلوار لیے کہاں جا رہے ہو؟

عمر نے بڑی رعونت کے ساتھ کہا اس شخص کا سر قلم کرنے جا رہا ہوں جس نے ہمارے گھر گھر میں آگ لگا دی ہے بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے۔

نعیم بن عبداللہ نے کہا پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہارے بہن اور بہنوئی اس نبی کا کلمہ پڑھ کر اسلام قبول کر چکے ہیں۔

یہ سن کر تو عمر کے اوسان خطا ہو گئے غصے سے بے قابو ہو گئے سیدھے بہن اور بہنوئی کے گھر پہنچے۔

وہاں پہنچ کر دروازے سے کان لگا کر سننے کی کوشش کرنے لگے تو کسی کلام کے پڑھے جانے کی آواز سنائی دی۔ زور سے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے آواز آئی کون؟

کڑک کر جواب دیا خطاب کا بیٹا عمر دروازہ کھولو!

اہل خانہ نے عمر کی آواز سنی تو سہم گئے اور قرآن کریم کے اوراق کو سنبھال کر رکھ دیا بہن نے جا کر دروازہ کھولا۔

بہن کو دیکھتے ہی عمر نے گرج دار آواز میں پوچھا، اے اپنی جان کی دشمن! مجھے پتا چل گیا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کے دین سے پھر گئی ہو اور اپنا آبائی مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے ہاتھ میں ایک ڈنڈا موجود تھا اسی سے بہن کو مارنا شروع کر دیا یہاں تک کہ ان کے سر سے خون جاری ہو گیا پھر اپنے بہنوئی سعید بن زید کو مارنا شروع کر دیا۔

بہن اپنے شوہر کو بچانے آئیں تو ان کو ایک زور کا طمانچہ مارا جس سے اُن کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

بہن نے زخمی شیرنی کی طرح گرج کر کہا، اے بھائی! جتنا تیرا جی چاہتا ہے مجھے مار۔ میرے جسم کے ٹکڑے کر دے لیکن کان کھول کر سن لے میں اپنا دین کسی قیمت پر چھوڑنے کیلئے تیار نہیں ہوں۔

سارا جسم خون سے لت پت، اس حالت میں اتنا جرات مند جواب سن کر اس نوجوان کا دل پسیج گیا۔ کہنے لگا بہن مجھے بھی وہ صحیفہ دکھاؤ جو تم ابھی پڑھ رہی تھیں۔

بہن نے بے دھڑک جواب دیا کہ تم مشرک ہو اور ناپاک ہو تم اس صحیفے کو ہاتھ نہیں لگا سکتے۔ اگر تمہیں شوق ہے اس صحیفے کو پڑھنے کا تو پہلے غسل کرو پھر اس صحیفے کو میں تمہیں دے دوں گی۔

عمر اُٹھے اور غسل کیا جب عمر نے غسل کیا تو ان کی بہن فاطمہ نے وہ اوراق ان کو دے دیئے۔

جب عمر نے ان اوراق کو کھولا تو سامنے سورہ طہٰ کی آیات اپنی کرنوں کو پھیلا رہی تھیں اور اس نوجوان کے سینے میں جو ظلم وستم اور کفر کے اندھیرے ڈیرے ڈالے بیٹھے تھے اُن کا خاتمہ کر رہی تھیں۔

آنکھوں سے آنسوؤں کی لڑی جھڑنے لگی۔

بے چین ہو کر پوچھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کہاں تشریف فرما ہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی بگڑی بنانا چاہتا ہوں۔

پیارے بچو! یہ سب کیسے ہوا؟ یہ انقلاب ایک دم سے اس نوجوان میں کیوں آیا؟

اصل میں اس انقلاب کے پیچھے...... حضرت عمر کے اندر یہ جو تبدیلی آئی یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دعا کی وجہ سے آئی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی کہ

"اے اللہ! عمر بن خطاب یا عمرو ابن ہشام کو دولتِ اسلام دے کر اسلام کو تقویت عطا فرما۔"

اس دعا کی برکت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کھینچ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں لے آئی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس وقت دار ارقم میں اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے دروازہ بند تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

کسی نے دروازے کے سوراخ سے جھانکا تو دیکھا عمر بن خطاب کھڑے ہیں۔

ننگی تلوار گلے میں لٹکی ہوئی ہے۔

صحابہ کرام اس کش مکش میں مبتلا تھے کہ دروازہ کھولیں یا نہیں۔

حضرت حمزہ بھی وہیں موجود تھے فرمایا مت ڈرو دروازہ کھول دو اگر عمر نے بارگاہِ رسالت مآب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ادب کیا تو خیر اور اگر اس کی نیت میں ذرا بھی فتور ہوا تو ہم اسی کی تلوار سے اس کی گردن کاٹ دیں گے۔

چنانچہ دروازہ کھول دیا گیا اور دو آدمی عمر بن خطاب کو پکڑ کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لے آئے۔

حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُٹھے اور عمر کی چادر کو پکڑ کر اس کو زور سے جھٹکا دیا اور فرمایا:

"اے عمر! اسلام قبول کر لے۔ اے اللہ! اس کے دل کو ہدایت کے نور سے روشن کر دے۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کو ہدایت عطا فرما۔ اے اللہ! عمر بن خطاب کے ذریعے دین کو عزت بخش۔ اے اللہ! عمر کے سینے میں اسلام کی جو عداوت ہے اس کو نکال دے اور اس کو ایمان سے تبدیل کر دے۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی اس دعا کے بعد حضرت عمر نے عرض کی:۔

"اشھد ان لا الہٰ الا اللہ وانک رسول اللہ" میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا

اور کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔"

جیسے ہی حضرت عمر نے کلمہ پڑھا وہاں موجود مسلمانوں نے زور سے نعرہ تکبیر بلند کیا جس سے مکہ کے پہاڑ گونج اُٹھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبول اسلام سے پہلے مسلمان کعبہ میں اعلانیہ نماز نہیں پڑھ سکتے تھے لیکن حضرت عمر کے قبولِ اسلام کے بعد مسلمان کعبہ میں اعلانیہ نماز پڑھنے لگے۔

اسلام کی اعلانیہ تبلیغ

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی نبوت کی ذمہ داری ادا فرما رہے تھے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ "اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں کو اسلام کی دعوت دیں اُن کو ڈرائیں"۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرنے کیلئے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفا کی پہاڑی پر تشریف لے گئے۔

اور وہاں پہنچ کر بلند آواز سے اعلان کیا:۔

یاصباحاہ! میری فریاد سنو! میری فریاد سنو!

لوگ کہنے لگے یہ کون بلا رہا ہے چنانچہ عرب کے رواج کے مطابق لوگ اس صدا پر لبیک کہتے ہوئے کوہِ صفا کی پہاڑی کے گرد جمع ہوگئے جو شخص خود نہ جاسکا اس نے اپنا نمائندہ بھیج دیا۔

ابو لہب آگیا اور دیگر قریش بھی۔

جب سب لوگ جمع ہوگئے اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ دشمن کا ایک جنگی دستہ اس پہاڑ کے دامن سے نکل کر تم پر حملہ کرنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات کا یقین کروگے۔

سب نے کہا بے شک !ہم نے آپ کو کبھی جھوٹ بولتے ہوئے نہیں پایا۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے لوگو! اپنے آپ کو آگ سے بچاؤ اور کہو لا الٰہ الا اللہ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔

یہ سن کر ابو لہب نے بارگاہِ رسالت میں گستاخی کرتے ہوئے کہا، تو برباد ہو کیا اسی لیے ہمیں آج جمع کیا تھا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو صبر اور حلم کا مظاہرہ کیا۔

لیکن آپ کے غیور ربّ نے ابو لہب کی سخت مذمت کی اور اسی وقت اس بدبخت کیلئے سورہ لہب نازل فرمائی۔

اس گستاخ ابو لہب کا انجام کیا ہوا؟

ہماری کتاب "سنہرے قصے" میں ملاحظہ کیجئے۔

کفار کا انوکھا مطالبہ

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم کے مطابق اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہو گئے۔

اسلام کی بڑھتی ہوئی ترقی کو دیکھ کر مکہ کے کفار پریشان ہو گئے اب یہ تمام کافر مل کر حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف منصوبے بنانے لگے۔ ہر جگہ اور ہر وقت اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف باتیں کرنے لگے اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ایک دوسرے کو بھڑکانے لگے۔

لیکن اسلام کی ترقی بھلا ان لومڑیوں کی مکاریوں سے کیسے رُک سکتی تھی۔

جب کافروں نے دیکھا کہ ہمارے کسی بھی اقدام سے اسلام کی ترقی نہیں رک رہی تو انہوں نے ایک اور کام یہ کیا کہ یہ سب مل کر حضرت ابو طالب کے پاس گئے اور اُن سے کہا:

اے ابو طالب! آپ اپنے بھتیجے کو روکیے کہ وہ اسلام کی تبلیغ نہ کریں وہ ہمارے آباؤ اجداد کو برا کہتے ہیں ہمیں احمق اور بے وقوف کہتے ہیں ہمارے معبودوں کو اندھا، بہرا اور گونگا کہتے ہیں آپ انہیں ان باتوں سے روک لیجئے ورنہ ہم تم دونوں کے خلاف جنگ کریں گے اور یہ جنگ اُس وقت تک جاری رہے گی جب تک ہم دونوں میں سے ایک فریق فنا نہ ہو جائے۔

کفارِ مکہ کی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کھلم کھلا دھمکی دینے آئے تھے۔

اس سے پہلے کہ حضرت ابو طالب کوئی جواب دیتے وہ اٹھ کر چلے گئے۔

حضرت ابو طالب کو اس دھمکی سے بڑا دکھ ہوا اور آپ عمر کے آخری حصے میں ساری قوم سے دشمنی مول نہیں لینا چاہتے تھے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو کفار کے رحم وکرم پر چھوڑنے کیلئے بھی تیار نہیں تھے۔

حضرت ابو طالب نے ایک آدمی کو بھیج کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بلایا اور کفارِ مکہ سے جو گفتگو ہوئی تھی اُس سے آگاہ کیا اور ان کی دھمکی کے بارے میں بھی بتایا۔ اور پھر کہا:

"اے میرے پیارے بھتیجے! مجھ پر بھی رحم کرو اور اپنے آپ پر بھی مجھ پر ایسا بوجھ نہ ڈالو جس کی اُٹھانے کی مجھ میں ہمت نہیں"۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بڑے اطمینان کے ساتھ جواب دیا:

اے میرے چچا! اگر وہ سورج کو میرے دائیں ہاتھ پر رکھ دیں اور چاند کو میرے بائیں ہاتھ پر اور یہ چاہیں کہ میں دعوتِ حق کو ترک کردوں گا تو یہ ناممکن ہے یا تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس دین کو غلبہ دے دے گا یا میں اس کیلئے جان دے دوں گا اس وقت تک میں اس کام کو چھوڑنے کیلئے تیار نہیں۔

ان جملوں کے ساتھ ہی سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے چل دیئے۔

حضرت ابو طالب نے آواز دے کر واپس بلایا اور کہا:۔

اے میرے بھتیجے! آپ کا جو جی چاہے کہئے میں آپ کو کسی قیمت پر کفار کے حوالے نہیں کروں گا۔ اور یہ بھی کہا کہ

خدا کی قسم! یہ سارے مل کر بھی آپ تک نہیں پہنچ سکتے جب تک مجھے مٹی میں دفن نہ کر دیا جائے۔

جب مکہ کے کافروں کو یہ پتہ چلا کہ ہماری یہ کوشش بھی ناکام ہو گئی ہے تو وہ ایک اور وفد بنا کر حضرت ابو طالب کے پاس پہنچے اور اپنے ساتھ ولید بن مغیرہ کے نوجوان بیٹے عمارہ کو بھی ساتھ لے گئے۔

اور مکاری کے ساتھ حضرت ابو طالب سے کہنے لگے، اے ابو طالب! ہم آپ کے ساتھ ایک سودا کرنے کیلئے آئے ہیں۔

مکہ کے سردار ولید بن مغیرہ کا یہ نوجوان بیٹا آپ دیکھ رہے ہیں یہ صحت مند بھی نوجوان بھی ہے حسین و جمیل بھی ہے اور سونے پہ سہاگا طاقت ور بھی ہے یہ ہم آپ کو دیتے ہیں اس کو اپنا بیٹا بنالیجئے آج کے بعد یہ تمہارا بیٹا ہے اور تم اس کے باپ اگر کوئی اس کو قتل کر دے تو اس کی ساری دیت آپ کو ملے گی۔

ہر میدان میں یہ آپ کا ساتھ دے گا۔

اب ہمارا اس سے کوئی تعلق نہیں۔

اس کے بدلے میں تم اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کر دو۔ جو آپ کے اور ہمارے بزرگوں کے دین کا دشمن ہے اور قوم کی وحدت کو پارہ پارہ کر دیا ہے، تاکہ ہم اس کا قصہ تمام کر دیں۔

اس طرح آپ کا بھی نقصان نہیں ہو گا اور ہم بھی بہت بڑی مصیبت سے بچ جائیں گے۔

جب کفارِ مکہ اپنے فلسفہ کی ہانڈی بگھار چکے۔ تو حضرت ابو طالب نے کہا:۔

بخدا تم میرے ساتھ بہت ہی برا سودا کر رہے ہو۔

مجھے تو اپنا بیٹا دے رہے ہو کہ میں اس کی خاطر مدارت اور پرورش کروں اور اس کے بدلے میں میرا بیٹا لینا چاہتے ہو تاکہ تم اس کو قتل کر دو بخدا ایسا ہرگز نہیں ہو گا۔

مکہ کے حالات دن بدن کشیدہ ہوتے جا رہے تھے اور ساتھ ہی اسلام قبول کرنے والے کمزور لوگوں پر کافروں کے ظلم و ستم میں بھی شدت آتی جا رہی تھی۔

بادشاہت کی رشوت

جب کفارِ مکہ نے دیکھا کہ حضرت ابو طالب اُن کی کوئی مدد نہیں کر سکے تو انہوں نے براہِ راست آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بات کرنے کی ٹھانی۔

ایک دن قریش کے تمام سردار حرم کے صحن میں اپنی اپنی محفلیں جمائے بیٹھے تھے۔ ان سرداروں میں عتبہ بن ربیعہ بھی موجود تھا۔ یہ بھی قریش کا بڑا نامور سردار تھا۔

دوسری طرف ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دور حرم کے ایک گوشہ میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت میں مصروف تھے۔

عتبہ نے قریش کے دیگر سرداروں سے پوچھا کہ اگر تم کہو تو میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس جاؤں اور انہیں کچھ لے دے کر اس اسلام کی تبلیغ سے باز رکھوں۔

قریش نے کہا اے ابو الولید! ضرور جایئے اور محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے بات کیجئے۔

عتبہ قریش مکہ کے سرداروں کے پاس سے اُٹھ کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔

کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عتبہ نے اس طرح بات شروع کی:۔

اے میرے بھتیجے! حسب نسب کے لحاظ سے جو آپ کا مقام ہے وہ ہم سب کو معلوم ہے لیکن تم نے اپنی قوم کو ایک بڑی مصیبت میں مبتلا کر دیا ہے۔۔۔۔ تم نے ان کا اتحاد پارہ پارہ کر دیا ہے۔۔۔۔ تم انہیں بے وقوف کہتے ہو۔۔۔۔ ان کے خداؤں کو گونگا، بہرا اور اندھا کہتے ہو۔۔۔۔ ہمارے آباؤ اجداد کو کافر قرار دیتے ہو۔

اب میری بات سنو!

میں چند چیزیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں ان پر خوب غور و فکر کرو اور ان میں سے جو تجویز تمہیں پسند ہو وہ قبول کر لو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابا الولید! اپنی تجاویز پیش کرو میں سننے کیلئے تیار ہوں۔

عتبہ کہنے لگا پہلی تجویز تو یہ ہے کہ یہ سب کچھ جو تم کر رہے ہو اگر اس سے تمہارا مقصد مال جمع کرنا ہے تو ہم تمہارے سامنے دولت کے انبار لگا دینے کیلئے تیار ہیں تاکہ تم سارے ملک عرب کے رئیس بن جاؤ۔

اور اگر اس کا مقصد عزت اور سرداری حاصل کرنا ہے تو ہم سب تم کو اپنا سردار ماننے کیلئے آمادہ ہیں۔ آپ کے حکم کے بغیر ہم کوئی قدم بھی نہیں اُٹھائیں گے۔

اور اگر تم بادشاہت کے طلب گار ہو تو ہم سب تمہیں اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔

اگر تم کسی عرب کی کسی خوبصورت لڑکی سے شادی کرنا چاہتے ہو تو تم مکہ کی جس لڑکی سے کہو گے اس سے تمہاری شادی کر دیں گے۔

اور اگر جنات کا اثر تم پر ہے تو ہم سب مل کر تمہارا علاج کرانے کیلئے بھی تیار ہیں اس علاج پر جتنا پیسہ بھی اٹھے گا وہ ہم برداشت کریں گے تمہیں اس بارے میں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

عتبہ کہتا رہا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سنتے رہے جب وہ خود ہی چپ ہو گیا تو رحمتِ عالم نورِ مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا،

اے ابا الولید! تم نے اپنی بات پوری کر لی؟

عتبہ نے کہا ہاں!

اب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کچھ میری باتیں بھی سنو گے؟

اُس نے کہا ہاں! کیوں نہیں۔

اب اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی خوبصورت آواز میں قرآن کریم کی درج ذیل آیات تلاوت کیں:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۙ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ ۝ (پ۲۴۔ سورہ حٰم سجدہ: ۱تا۵)

اور فرمایا اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔

حم اُتارا گیا ہے یہ قرآن رحمٰن رحیم خدا کی طرف سے یہ ایسی کتاب ہے جس کی آیتیں تفصیل سے بیان کر دی گئیں ہیں یہ قرآن عربی میں ہے ان لوگوں کیلئے جو علم رکھتے ہیں یہ بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہے لیکن اکثر لوگوں نے اس سے اعراض کیا پس وہ قبول نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہمارے دل غلافوں میں ہیں اس بات سے جس کی طرف آپ بلاتے ہیں اور ہمارے کانوں میں گرانی ہے اور ہمارے درمیان اور تمہارے درمیان ایک حجاب ہے تم اپنا کام کرو ہم اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔

اللہ کے پیارے رسول پڑھتے جا رہے تھے اور عتبہ مبہوت ہو کر سن رہا تھا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت سجدہ تک اس سورت کی تلاوت کی اور پھر خود سجدہ کیا۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے عتبہ کو مخاطب کر کے فرمایا:۔

اے ابا الولید! جو تمہیں سننا چاہئے تھا وہ تم نے سن لیا اب تم جانو اور تمہارا کام۔

قریش عتبہ کے منتظر تھے کہ دیکھیں اس گفتگو کا کیا نتیجہ نکلتا ہے؟

جب عتبہ واپس آنے لگا تو اس کے ساتھیوں نے کہا یہ عتبہ وہ نہیں جو یہاں سے گیا تھا اب اس کا چہرہ اور اس کے اطوار (Body Language) سب کچھ بدلا ہوا ہے۔

اتنے میں عتبہ ان کے پاس آکر بیٹھ گیا۔

وہ بولے فرمایئے کیا کر آئے ہو؟ تمہاری تجاویز کا کیا بنا؟

عتبہ نے کہا، میں نے وہاں ایسا کلام سنا ہے کہ اس سے پہلے کبھی اس جیسا کلام نہیں سنا۔

خدا کی قسم! نہ تو وہ شعر ہیں، نہ جادو، نہ کہانت۔

اے قریش! میری بات مانو! اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔

جو گفتگو میں نے اس کی سنی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی بڑا واقعہ رونما ہونے والا ہے۔

اگر اسے عربوں کے دوسرے قبائل نے ان کا خاتمہ کر دیا تو ہمارا مقصد بغیر کسی تکلیف کے پورا ہو جائے گا۔

اور اگر سارے عرب پر انہوں نے غلبہ پالیا اور ان پر حکومت قائم کرلی تو وہ حکومت تمہاری ہی ہو گی وہ عزت جو اس وقت اسے ملے گی وہ بھی تمہاری ہی عزت ہو گی اس طرح تم خوش نصیب ترین قوم ہو گے۔ اور بغیر قتل وغارت گری کے عرب کے تاج و تخت کے مالک بن جاؤ گے۔

وہ یہ سن کر چیخ اٹھے اے ابا الولید! اس کی زبان کا جادو تم پر بھی چل گیا ہے اور تم بھی اپنے مذہب سے مرتد ہو گئے ہو۔

عتبہ بولا، میں نے اپنی رائے تمہیں بتادی اب جو تمہاری مرضی تم وہ کرو۔

اور ابو جہل بھاگ گیا

مکہ میں حالات دن بدن کشیدہ ہوتے جا رہے تھے ایک دن ابو جہل حرم کے صحن میں اپنی مخصوص ٹولی کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔

سامنے ہی مقامِ ابراہیم تھا۔

اسلام کی روز بہ روز بڑھتی تعداد کو دیکھ کر کافروں کے سینوں میں ایک آگ بھر جاتی دن رات وہ اس آوازِ توحید کو جتنا دبانے کی کوشش کرتے یہ آتشِ محبت اُتنی ہی زیادہ بھڑک اٹھتی تھی۔

ابو جہل جو اُمتِ مسلمہ کا فرعون تھا اس کا سب سے پسندیدہ موضوع ہی یہ تھا کہ کس طرح مسلمانوں کو نت نئے طریقوں سے اذیت پہنچائی جائے۔

آج بھی وہ اس اِرادے سے حرم کے صحن میں موجود تھا اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ اے گروہِ قریش تم نے لاکھ جتن کر لئے ہر طرح کی کوشش کر کے دیکھ لی مگر انہوں نے اپنے نئے دین کی تبلیغ نہیں چھوڑی یہ ہمارے بتوں کی تذلیل کر رہے ہیں۔

اس لئے میں نے قسم کھائی ہے کہ کل ایک بہت بھاری اور وزنی پتھر لاؤں جو بڑی مشکل سے اُٹھایا جا سکے اور جب یہ سجدے میں ہوں گے تو وہ پتھر میں ان پر گرا کر ان کا (معاذ اللہ) خاتمہ کر دوں گا۔

اس کے بعد تمہاری مرضی کہ تم میری حمایت کرو یا مجھے بے یار و مدد گار چھوڑ دو مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ حد ہوتی ہے ایک چیز کی اب اس کا خاتمہ ضروری ہے مجھے اب یہ کام ضرور کرنا ہے۔

تمام لوگوں نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا یہ فاسد عزائم تو ان کے دلوں کے ترجمان تھے۔

ان مکاروں نے کہا اے ابا الحکم بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم تمہیں عبد مناف کے حوالے کر دیں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا تمہیں جو کرنا ہے کر گزرو ہم تمہارے ساتھ ہیں۔

اگلے روز ابو جہل نے ایک بھاری پتھر لا کر اپنے پاس بیت اللہ میں رکھ لیا کہ جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف لائیں گے اور نماز میں سجدے کی حالت میں جائیں گے تو وہ پتھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر گرا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سر کچل دے گا۔

تمام لوگ بڑی بے چینی سے منتظر تھے کہ ابھی ایک بڑا واقعہ رونما ہونے والا ہے ابو جہل اپنی بات کا بڑا پکا ہے وہ ضرور اپنے منصوبے پر عمل کرے گا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی حسبِ معمول بیت اللہ شریف میں تشریف لے آئے اور بیت المقدس کی جانب منہ کر کے نماز کی نیت باندھ لی۔

درمیان میں سیّدنا ابراہیم علیہ السلام اور سیّدنا اسمٰعیل علیہ السلام کا بنایا ہوا کعبہ بھی ہوتا جس کی نگرانی و نگہبانی برسوں سے ان کے خاندان کے سپرد تھی۔

جب آپ نے نماز کی نیت باندھ لی قیام کیا، پھر رکوع میں چلے گئے اب اپنے رب کے حضور سجدہ کر رہے تھے۔

تو ابو جہل اٹھا اور بھاری پتھر اٹھا کر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جانب بڑھا۔

بہت سی نگاہیں ابو جہل کا تعاقب کر رہی تھیں ابھی اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پتھر گرانے کیلئے ہاتھ ہی اٹھائے تھے کہ پتھر اس کے ہاتھ سے گر پڑا وہ تھر تھر کانپنے لگا، چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا اور پیچھے کی جانب بھاگا۔

قبیلے کے لوگ جو تماشا دیکھنے کیلئے وقت سے پہلے ہی جمع ہو گئے تھے نہایت حیرت اور تعجب سے ابو جہل کی طرف دیکھ رہے تھے۔

ان میں سے ایک شخص نے بے ساختہ پوچھا ارے ارے ابو الحکم تمہیں کیا ہو گیا۔۔۔۔۔۔؟

جب ابو جہل کے حواس بحال ہوئے تو کہنے لگا میں آپ پر پتھر گرانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ میں نے اپنے اور ان کے درمیان آگ کی ایک بہت بڑی خندق دیکھی اور بہت ہی خوفناک قسم کا ایک اونٹ بھی تھا وہ مجھے کھانے کیلئے میری جانب لپکا اور بہت سی خوفناک چیزیں اور پَر مجھے نظر آئے اس لیے میں خوفزدہ ہو کر پیچھے بھاگا۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اگر وہ میرے قریب آتا تو فرشتے اس کی بوٹی بوٹی نوچ لیتے۔

نضر بن حارث کا کردار

نضر بن حارث قریش کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا اس کا شمار شیاطین قریش میں ہوتا تھا۔

اسلام کے خلاف اس کے سینے میں ایک آگ جل رہی تھی۔ اس کے دل میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے حسد اور بغض کے شعلے جل رہے تھے۔

ابو جہل جب اپنے منصوبے میں ناکام ہو گیا تو اس سے برداشت نہ ہو سکا۔

یہ اسی محفل میں تھا اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا:۔

قریش کے لوگو! خدا کی قسم تم پر ایک ایسی مصیبت آن پڑی ہے جس سے نجات کی تمہیں کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

یہ وہی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں جو کل تک جب جوان تھے تو سب کی آنکھوں کا تارا تھے۔ تم میں سب سے زیادہ سچے اور امانت دار تھے۔

آج جب ان کے بالوں میں سفیدی آنے لگی ہے اور تمہارے پاس ایک مخصوص پیغام لائے ہیں تو تم کہتے ہو یہ جادوگر ہیں۔

لا واللہ ما ھو ساحر "نہیں بخدا وہ جادوگر نہیں"۔

ہم نے جادوگر بھی دیکھیں ہیں اور ان کی گرہیں لگانا بھی دیکھی ہیں ان کی جھاڑ پھونک سے بھی ہم آگاہ ہیں۔

آج تم کہتے ہو، وہ کاہن ہیں۔

لا واللہ ما ھو لکاھن "نہیں بخدا وہ کاہن نہیں"۔

ہم نے کاہن بھی دیکھے ہیں ان کی الٹی سیدھی حرکتیں بھی دیکھی ہیں ان کے جملوں کو بھی ہم جانتے ہیں۔

آج تم کہتے ہو:۔

لا واللہ ما ھو بشاعر "نہیں بخدا وہ شاعر نہیں"۔

ہم نے شعر بھی سنے ہیں اور اس کے سارے اسرار و رموز سے بھی واقف ہیں۔

آج تم لوگ کہتے ہو، وہ مجنوں ہیں۔

لا واللہ ما ھو بمجنون "نہیں بخدا وہ مجنون نہیں ہیں"۔

ہم جنون کی حالت سے بھی بے خبر نہیں اور اس حالت سے بھی بخوبی آگاہ ہیں۔

قریش کے لوگو! اپنی حالت پر غور کرو بے شک تم ایک بڑی مشکل میں گرفتار ہو چکے ہو۔

اس کے بعد نضر بن حارث حیرہ گیا وہاں بادشاہوں کے واقعات اور رستم اسفندیار کے قصے سنے اور سیکھے پھر یہ واپس مکہ آگیا۔

اب اس کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے دین کی باتیں بتاتے۔۔۔۔۔ لوگوں کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا پیغام پہنچاتے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادات کے بعد یہ شخص وہاں پہنچ جاتا اور کہتا:۔

واللہ محمد کی باتیں مجھ سے بہتر نہیں آخر کس بناء پر محمد کی بات مجھ سے بہتر ہے۔

دوسرا کام اس بدبخت نے یہ کیا کہ اس نے چند ناچنے گانے والی لونڈیوں کو خرید لیا۔

جیسے ہی اس کو کسی آدمی کے متعلق پتا چلتا کہ وہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف مائل ہے تو یہ ایک لونڈی کو اس کے پاس بھیج دیتا جو اسے کھلاتی پلاتی اور گانے سناتی یہاں تک کہ اسلام کی طرف اس کا جھکاؤ باقی نہ رہنے دیتی۔

قرآن کریم نے اس واقعہ کو یوں بیان فرمایا:۔

وَ مِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ (پ۲۱۔ سورہ لقمان: ۶)

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو لغو کھیل تماشے کی بات خریدتے ہیں تاکہ اللہ کی راہ سے بھٹکائیں۔

قریش کے سرداروں کا قرآن سننا

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قرآن نازل فرمایا۔

اس قرآن کریم کی تاثیر یہ بھی تھی کہ وہ لوگ جو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مخالفت پر کمر بستہ رہتے تھے انہیں بھی اس کی تلاوت سننے کا شوق تھا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ رات کے وقت قرآن کریم کی تلاوت فرمایا کرتے تھے۔

ایک تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام اور اس کلام کو جب اس کا محبوب تلاوت کرتا ہو تو کیوں نہ کسی کا دل چاہے کہ وہ اس کلام کو سنے۔

روزانہ کی طرح آج بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات کے وقت تنہائی میں قرآن کریم کی تلاوت فرما رہے تھے۔

ابو سفیان آیا اور ایک کونے میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر کے بعد رات کی تاریکی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے ابو جہل بھی اپنے گھر سے نکلا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت سننے کیلئے ایک کونے میں دبک کر بیٹھ گیا۔

تلاوتِ قرآن کو سننے کے شوق میں ایک تیسرا کافر اخنس بن شریق بھی آیا اور ایک گوشہ میں چھپ کر کے بیٹھ گیا۔

تینوں کٹر کافر اور اسلام کے سخت ترین دشمن تھے لیکن قرآن سننے کے شوق میں تینوں وہاں بیٹھے ہوئے تھے۔ انہیں ایک دوسرے کا کوئی علم نہیں تھا۔

رات بھر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تلاوت فرماتے رہے اور یہ تینوں کافر اُسے شوق سے سنتے رہے۔ یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔

اب یہ تینوں خاموشی سے اپنی اپنی جگہوں سے اُٹھے اور اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔

راستے میں ان تینوں کی ملاقات ہوگئی اب یہ ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگے اور ایک دوسرے کو منع کیا کہ اس قسم کی محفل میں نہیں آنا چاہئے اگر دوسرے عام لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ ہم بھی رات بھر چھپ چھپ کر قرآن سنتے ہیں تو کہیں ایسا نہ ہو وہ لوگ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں۔

خبردار! اب دوبارہ ایسی حرکت ہم سے نہ ہونے پائے۔

دوسری رات آئی تو پھر ان تینوں سے صبر نہ ہوسکا قرآن کریم کی تلاوت سننے کا شوق انہیں ایک مرتبہ پھر کھینچ کر لے آیا۔

ہر ایک یہی سمجھ رہا تھا کہ صرف وہ ہی آیا ہے اور کوئی نہیں آیا پوری رات وہ تلاوت سنتے رہے اور پوری رات یونہی گزر گئی صبح کا اُجالا پھیلنے لگا سب اُٹھے اور گھروں کی طرف روانہ ہوگئے۔

راستے میں پھر اچانک ایک دوسرے کا سامنا ہو گیا پھر ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہمیں یہاں نہیں آنا چاہیے اور سختی کے ساتھ ایک دوسرے کو تاکید کی، آئندہ یہ غلطی نہیں کرنا ورنہ بے وقوف لوگ گمراہ ہو جائیں گے۔

جب تیسری رات آئی تو ان کے اندر قرآن کریم کی تلاوت سننے کے شوق کی چنگاری پھر سلگ اُٹھی۔ بے اختیار ہو کر پھر اسی جانب رخ کیا جہاں سے اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تلاوت کی دلکش آواز سنائی دے رہی تھی۔

یہ رات بھی بہت جلد بیت گئی یہ تینوں پھر اُٹھے اور گھروں کی طرف روانہ ہو گئے۔

آج تو یہ تینوں آنکھیں ہی نہیں ملا پا رہے تھے۔

پھر ان میں سے ایک نے کہا آج ہم یہاں سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک ہم یہاں نہ آنے کا پکا عہد نہیں کر لیتے۔

غرض یہ کہ قرآن کریم کی تلاوت کو شوق سے سنتے تھے مگر عصبیت اور جہالت کے سبب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لاتے تھے۔

ابو جہل کی بے بسی

اراش کا ایک آدمی اپنے اونٹ فروخت کرنے کیلئے مکہ آیا ابو جہل کو اونٹ پسند آگئے اور اُس نے اس آدمی سے اونٹ خرید لئے لیکن قیمت ادا نہیں کی بلکہ کہنے لگا کہ کل شام کو آکر قیمت لے جانا۔

وہ آدمی دوسرے دن جب شام میں قیمت لینے گیا تو ابو جہل نے کہا کل صبح آجانا۔

ابو جہل کے کہنے کے مطابق وہ دوسرے دن صبح ابو جہل کے گھر پہنچ گیا اور اپنی رقم کا مطالبہ کیا۔

ابو جہل نے کہا ابھی تو میں تمہیں رقم نہیں دے سکتا ایسا ہے کل رات کو آکر اپنی رقم لے جانا۔

صبح و شام کی اس ٹال مٹول میں کئی ہفتے گزر گئے۔

بے چارہ شدید مایوس ہو کر حرم میں پہنچ گیا جہاں قریش اپنی اپنی محفلیں سجائے بیٹھے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم بھی اللہ سبحانہ وتعالی کی عبادت میں مصروف تھے۔

اُس مظلوم آدمی نے قریش کو اپنی مظلومیت کی ساری داستان سنائی اور فریاد کی میرا یہاں کوئی بھی اپنا نہیں ہے مجھ غریب کی مدد کریں ابو جہل سے میری رقم لے کر دیں۔

قریش نے کہا کہ وہ تو بہت بڑا آدمی ہے ہمارے بس میں نہیں کہ ہم اس سے تمہاری رقم دلا سکیں۔

تم ایسا کرو کہ وہ صاحب جو نماز پڑھ رہے ہیں (حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی جانب اشارہ کر کے کہا) اُن سے کہو وہ تمہاری رقم دلوا دیں گے۔

یہ اُن لوگوں نے اس لیے کہا کہ اب دیکھو بہت مزہ آئے گا اب اگر حضور کہیں اور ابو جہل دیتا بھی ہو تو پیسے نہیں دے گا۔

وہ شخص جو مکہ کے حالات سے بالکل بے خبر تھا حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور سارا ماجرا سنا ڈالا اور مدد کی درخواست کی۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے در سے تو کوئی خالی ہاتھ واپس نہیں جاتا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے یہ مناسب نہیں سمجھا کہ اس کو ابو جہل سے اپنے تعلقات کے بارے میں بتائیں اور منع کر دیں اس طرح سے اس غریب بے سہارا مظلوم آدمی کا دل ٹوٹ جائے گا۔

اور ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم تو بس ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑنے والے ہیں۔

حضور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم نے اس مظلوم تاجر کو ساتھ لیا اور ابو جہل کے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

دوسری طرف کفار نے بھی ایک آدمی پیچھے پیچھے بھیج دیا کہ وہ واپس آ کر بتائے کیا ہوا کس طرح ابو جہل نے پیسے دینے سے انکار کیا اور کیسے بے ادبی کی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو جہل کے گھر پہنچے تو دروازہ بند تھا۔

دستک دی۔

ابو جہل نے اندر سے پوچھا کون؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ۔۔۔۔۔۔ باہر آ۔

وہ فوراً باہر آ گیا۔ خوف کی شدت سے اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اس کی رقم ابھی فوراً ادا کرو۔

ابو جہل نے ہاتھ باندھ کر کہا، میں ابھی رقم حاضر کرتا ہوں۔ گھر کے اندر واپس گیا اور چند لمحوں میں رقم لے کر آیا اور اراشی کے حوالے کر دی۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور اپنے اراشی مہمان کو رُخصت کیا وہ شخص خوش خوش قریش کی مجلس میں واپس آیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دعائیں دینے لگا کہ انہوں نے اس کی ساری رقم دلا دی۔

اتنے میں وہ آدمی بھی پہنچ گیا جسے قریش نے پیچھے پیچھے روانہ کیا تھا۔ سب نے بڑی بے صبری سے پوچھا، بتاؤ کیا دیکھا؟ کہنے لگا کہ عجیب و غریب بات دیکھی۔

جیسے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو جہل کے دروازے پر دستک دی اور کہا میں محمد ہوں باہر آ۔ وہ فوراً ہی باہر آ گیا اس کا رنگ زرد ہو رہا تھا خوف کے مارے اس کا پورا جسم کپکپا رہا تھا آپ نے فرمایا اس کا حق ادا کرو۔

ابو جہل نے ساری رقم لا کر فوراً اس کی ادائیگی کر دی۔

تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ ابو جہل بھی آ گیا۔ سب نے اس کو گھیر لیا اور کہنے لگے تیرا برا ہو تُو نے یہ کیا کیا؟

کہنے لگا کہ تمہیں کیا خبر کہ مجھ پر کیا بیتی۔

میں گھر میں تھا جب انہوں نے مجھے باہر سے آواز دی میں خوف و دہشت سے کانپ گیا۔

جب باہر آیا تو ایک بڑی کھوپڑی اور ایک موٹی گردن والا اونٹ مجھ پر لپک رہا تھا اگر میں ذرا بھی ٹال مٹول سے کام لیتا تو وہ مجھے چبا ڈالتا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر کفار کے مظالم

سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار اُن خوش نصیب مسلمانوں میں ہیں جنھیں السابقون الاولون کا اعزاز حاصل ہے۔ حضرت بلال اُمیہ بن خلف کے غلام تھے اُمیہ کا شمار اسلام کے کٹر دشمنوں میں ہوتا تھا۔

اُمیہ کو جب پتا چلا کہ اُس کے زر خرید حبشی غلام نے اس کی مرضی کے بغیر اسلام قبول کر لیا تو غصہ سے اُس کا خون کھولنے لگا۔ اُمیہ کی اسلام دشمنی یہ کب گوارا کر سکتی تھی کہ اس کا غلام اُس دین کا دم بھرنے لگے جس کا وہ خون آشام دشمن ہے۔ اُس نے طے کر لیا کہ وہ اسلام قبول کرنے کے جرم میں بلال کو اتنی سخت سزائیں دے گا کہ اس سے وہ سزائیں برداشت نہیں ہوں گی اور وہ مجبوراً اسلام سے اپنا رِشتہ توڑے گا۔

اُمیہ بن خلف نے اس کیلئے ایک طریقہ یہ نکالا کہ وہ ایک رسّی آپ کے گلے میں باندھ کر آوارہ لڑکوں کے ہاتھوں میں پکڑا دیتا وہ ان کا مذاق اڑاتے مکہ کی گھاٹیوں میں لے کر انہیں گھومتے اور گلیوں میں گھسیٹتے ان لڑکوں میں شعور تو تھا نہیں وہ اس زور سے رسّی کھینچتے کہ اُن کی گردن پر خراشیں پڑ جاتیں اور خون بہنے لگتا۔

دوسرا اندازِ تشدد اُمیہ یہ اپنایا کہ پہلے وہ آپ کو بھوکا اور پیاسا رکھتا۔

پھر دوپہر کے وقت جب دھوپ خوب چمک رہی ہوتی اور عرب کی رَیت کے ذرّات اور کنکر اس قدر گرم ہو جاتے کہ اگر ان پر گوشت کا ٹکڑا ڈال دیا جائے تو وہ اس کی حرارت سے پک جائے۔

وہ بدبخت اس کنکروں والی ریتیلی زمین پر آپ کو لٹا دیتا پھر بھاری بھرکم پتھر آپ کے سینے پر رکھ دیتا اور کہتا کہ یا تو محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کا دین چھوڑ دو یا پھر اسی طرح تڑپتے رہو یہاں تک کہ تمہارا دم نکل جائے۔

لیکن اس کے جواب میں حضرت بلال فرماتے، ''احد احد'' وہ یکتا وہ یکتا ہے۔ اُس کا کوئی شریک نہیں۔

اُمیہ یہ سن کر آپ کے گلے کو زور سے دباتا یہاں تک کہ آپ بے ہوش ہو جاتے۔

ایک دن سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے گزر رہے تھے آپ نے اپنے غلام کو اُمیہ کے ظلم وستم کا نشانہ بنتے دیکھا اور حضرت بلال احد احد کے نعرے بلند کر رہے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم جس وحدہٗ لاشریک کے نعرے لگا رہے ہو وہی تم کو اس عذاب الیم سے نجات دے گا۔

کچھ ہی دِنوں کے بعد اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے حضرت بلال کو اس عذاب الیم سے نجات عطا فرما دی۔

ہوا یہ کہ اُمیہ نے حسبِ معمول آپ کو آگ کی طرح سلگتی ہوئی ریت پر لٹایا ہوا تھا اور آپ کے سینے پر بھاری چٹان رکھی ہوئی تھی کہ وہاں سے سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گزر ہوا آپ نے جب اپنے مسلمان بھائی کی یہ حالت دیکھی تو آپ کا دل بھر آیا۔

آپ نے اُمیہ سے کہا:۔

اس مسکین کے بارے میں تم اللہ سے نہیں ڈرتے کب تک اس بے کس پر یوں ظلم کرتے رہو گے۔

اُمیہ بولا اے ابو بکر! تم نے ہی اسے خراب کیا ہے اگر تمہیں اس پر ترس آتا ہے تو اس کو چھڑا لو۔

حضرت ابو بکر نے فرمایا، میرے پاس ایک حبشی غلام ہے جو اس سے زیادہ طاقتور اور مضبوط ہے اور تیرا ہم مذہب بھی ہے ایسا کرو وہ تم لے لو اور یہ کمزور غلام مجھے دے دو۔

اُمیہ نے کہا، مجھے یہ سودا منظور ہے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا طاقتور غلام جس کا نام قسطاس تھا اُمیہ کو دے دیا۔ قسطاس کی قیمت کئی ہزار دینار تھی اور وہ حضرت ابو بکر صدیق کے ایک کاروباری ادارے کا انچارج تھا اتنا قیمتی غلام دے کر حضرت بلال کو لے لیا اور پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پیش کر دیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں نے بلال کو اللہ ورسول کی رضا کیلئے آزاد کیا۔

حضرت بلال کے علاوہ اور بھی اس طرح کے مظلوم مسلمان تھے جنہیں حضرت ابو بکر صدیق نے خرید کر آزاد کیا۔

حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام کے پہلے مؤذن تھے۔

جب سیّدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ کی اہلیہ محترمہ آپ کے سرہانے بیٹھی ہوئی تھیں شدتِ غم سے اُن کی زبان سے نکلا:۔

ہائے میرا رنج وغم!

نزع کی حالت میں بھی حضرت بلال یہ سن کر خاموش نہ رہ سکے فرمایا یہ مت کہو......بلکہ کہو:۔

کیا خوشی کی گھڑی ہے کل ہماری اپنے پیاروں سے ملاقات ہو گی یعنی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے اور آپ کے صحابہ سے۔

یہ تھا صحابہ کرام کا عشق رسول......

کفارِ مکہ نے دیگر کمزور مسلمانوں پر بھی طرح طرح کے مظالم کے پہاڑ توڑ رکھے تھے کسی کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹاتے کسی کو چمڑے کے اندر لپیٹ کر دھواں دیتے۔

ان سب نفوسِ قدسیہ نے یہ سارا ظلم وستم تو برداشت کر لیا مگر اسلام سے منہ نہیں موڑا۔ یہ تھا صحابہ کرام کا عشق رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پہلی ہجرت حبشہ

مسلمانوں پر کافروں کے ظلم و ستم میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا جارہا تھا مسلمانوں کیلئے مکہ میں زندگی تنگ ہوچکی تھی اس صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غلاموں کو مکہ سے ہجرت کرنے کی اجازت دے دی کہ مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے حبشہ چلے جائیں کیونکہ وہاں کا بادشاہ اصحمہ کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ بڑا رحم دل اور انصاف پسند ہے نہ خود کسی پر ظلم کرتا ہے اور نہ کسی اور کو ظلم کرنے کی اجازت دیتا ہے۔

چنانچہ نبوت کے پانچویں سال مہاجرین کا پہلا قافلہ اپنے وطن کو چھوڑ کر حبشہ کی جانب روانہ ہوگیا تاکہ وہ وہاں کی آزاد فضا میں اپنے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کرسکیں اور اسلامی عقیدے کے مطابق آزادی سے زندگی بسر کرسکیں۔

اس قافلے نے رات کے اندھیرے میں چپکے سے نکل کر شعبہ کی بندرگاہ کا رخ کیا خوش قسمتی سے وہاں دو تجارتی کشتیاں موجود تھیں وہ روانہ ہونے ہی والی تھیں نصف دینار ہر ایک آدمی کا کرایہ طے ہوا اور وہ کشتیاں بغیر کسی تاخیر کے مکہ سے حبشہ روانہ ہوگئیں۔

قریش کو ان کے بارے میں پتا چلا تو انہوں نے ان کا پیچھا کیا مگر جب وہ ساحل سمندر پر پہنچے تو کشتیاں روانہ ہوچکی تھیں۔

پیارے بچو اور نوجوانو!

یہ بات ذہن میں رکھئے گا کہ اسلام کے فدائی ہر قسم کے تشدد، اذیت اور تکالیف کو جھیل سکتے تھے ان کا صبر مثالی تھا مگر مکے میں عالم یہ تھا کہ کوئی شخص زور سے قرآن شریف کی تلاوت بھی نہیں کرسکتا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود نے حرم میں جب قرآن کریم کی تلاوت کی تو کفار اُن پر ٹوٹ پڑے اور مار مار کر چہرہ لہولہان کردیا۔ دیگر مسلمان جو مقام و مرتبہ میں روسائے قریش سے کم نہیں تھے وہ بھی اس قدر مجبور کردیئے گئے تھے کہ بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتے تھے۔

اس کے علاوہ ہجرت سے یہ بھی فائدہ ہوتا تھا کہ مسلمان دوسرے لوگوں کو بھی آزادانہ اسلام کی تبلیغ کرسکتے تھے۔

خیر جب یہ مسلمان حبشہ پہنچے تو وہاں کے بادشاہ اصحمہ جس کا لقب نجاشی تھا اس نے انہیں خوش آمدید کہا۔ یہ سب لوگ وہاں سکون کی زندگی بسر کرنے لگے۔

حبشہ سے واپسی

پہلی ہجرت کو کم و بیش تین مہینے گزر چکے تھے وقتی طور پر مشرکین کے مظالم بھی کم ہو گئے تھے۔

اسی دوران رمضان شریف میں یہ واقعہ پیش آیا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم تشریف لے گئے وہاں قریش کا بہت بڑا مجمع تھا ان کے سردار سب بڑے وہاں موجود تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وہاں سورہ نجم کی تلاوت شروع کر دی۔

قرآن کو جب صاحب قرآن پڑھ رہے ہوں گے تو کیف و سرور کا کیسا عالم ہو گا اس دلکش کلام کو کفار سنتے رہے کسی کو کچھ ہوش ہی نہیں رہا جب آخر میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیت سجدہ تلاوت کی:۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ۩

اللہ کیلئے سجدہ کرو اور اس کی عبادت کرو۔

تو سب کے سب بے قابو ہو کر سجدے میں گر گئے اب جب اس واقعہ کی اطلاع مشرکین کو ملی تو انہوں نے ان تمام مشرکین کو خوب لعنت ملامت کی۔ اب ان بدبختوں نے یہ جھوٹ گھڑا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو یہ کہا تھا کہ "تلك العزا" یہ بلند پایاں دیویاں ہیں اور ان کی شفاعت کی اُمید کی جاتی ہے۔

حالانکہ یہ سفید جھوٹ تھا کیونکہ مشرکین نے سجدہ کر لیا تھا اب اپنا دامن بچانے کیلئے اور دیگر مشرکین کے سامنے خود کو انہی کی طرح کا ظاہر کرنے کیلئے انہوں نے یہ جھوٹ گھڑ لیا اور ان کافروں سے اُمید بھی کیا کی جاسکتی تھی۔ بہرحال مشرکین کے سجدہ کرنے کی خبر حبشہ کے مہاجرین تک بھی پہنچ گئی کہ قریش نے اسلام قبول کر لیا ہے اب وہاں مکمل امن ہے مہاجرین نے آپس میں مشورہ کیا کہ جس سبب سے ہم نے ہجرت کی تھی اب وہ سبب اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے دور ہو گیا ہے لہٰذا اب اپنے وطن لوٹ جانا چاہئے۔

چنانچہ انہوں نے مکہ کی راہ لی ابھی مکہ نہیں پہنچے تھے کہ اصل حقیقت سے آگاہ ہو گئے اس کے بعد کچھ لوگ تو وہیں سے حبشہ لوٹ آئے اور کچھ لوگ چھپ چھپ کر قریش کے کسی آدمی کی پناہ لے کر مکے میں داخل ہو گئے۔

حبشہ سے واپسی کے بعد

حبشہ سے جو مسلمان واپس مکہ آئے اُن کے ساتھ کیا ہوا؟

اُن پر قریش کا ظلم و ستم اور بڑھ گیا ان کے خاندان والوں نے انہیں بہت تنگ کیا۔ حضرت عثمان بن مظعون ان لوگوں میں سے تھے جو حبشہ سے واپس مکہ لوٹ آئے تھے اور انہیں ولید بن مغیرہ نے پناہ دی تھی کچھ اور لوگوں کو بھی مکہ کے رئیسوں نے پناہ دے رکھی تھی۔

حضرت عثمان بن مظعون مکہ میں اپنے دن گزار رہے تھے کوئی کافر آپ کو کچھ نہیں کہتا تھا۔ لیکن آپ دیکھتے کہ آپ کے مسلمان بھائیوں پر کفارِ مکہ ظلم و ستم کر رہے ہیں ان سے یہ برداشت نہ ہو سکا دیگر مسلمانوں پر تو کافر ظلم و ستم کر رہے ہوں اور یہ ایک کافر کی پناہ لے کر عیش و آرام سے زندگی گزار رہے ہوں۔ چنانچہ انہوں نے سوچا کہ وہ ولید کی پناہ ولید کو واپس لوٹا دیں گے تاکہ کفار ان پر بھی ظلم و ستم کریں۔ جس طرح دوسرے مسلمانوں پر کر رہے ہیں۔

حضرت عثمان ولید کے پاس گئے اور اس سے کہا اے عبد شمس تُو نے اپنا وعدہ پورا کیا لیکن اب میں تمہاری پناہ میں نہیں رہنا چاہتا اس لئے تمہاری پناہ کو واپس لوٹا رہا ہوں۔

ولید نے پوچھا بھانجے کیا بات ہے؟ کیا کسی نے تجھ پر کوئی زیادتی کی ہے؟ آپ نے کہا نہیں مجھ پر کسی نے زیادتی نہیں کی میں صرف اللہ کی پناہ کو پسند کرتا ہوں۔

ولید نے کہا پھر حرم میں چلو جس طرح میں نے مجمع عام میں آپ کو پناہ دی تھی آپ بھی مجمع عام میں اس کو واپس کر دیجئے۔

دونوں حرم میں چلے گئے۔ حضرت عثمان بن مظعون نے اعلان کیا کہ

ولید نے مجھے پناہ دی تھی میں نے اس کو وعدہ پورا کرنے والا اور باعزت طور پر پناہ دینے والا پایا لیکن میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے بغیر کسی اور کی پناہ میں زندگی بسر کروں اس لیے میں نے اس کی پناہ اسے لوٹا دی ہے۔

وہاں سے حضرت عثمان اور مشہور شاعر لبید بن ربیعہ ایک ساتھ چلتے ہوئے قریش کی ایک محفل میں آ گئے۔

لبید نے مصرعہ پڑھا جس کا ترجمہ یہ ہے:۔

”کہ بے شک ہر چیز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے سوا فنا ہونے والی ہے۔“

حضرت عثمان نے کہا، تم نے سچ کہا۔

پھر لبید نے دوسرا مصرعہ پڑھا:

"کہ ہر نعمت یقیناً مٹنے والی ہے۔"

حضرت عثمان نے کہا، تم نے جھوٹ کہا جنت کی نعمتیں زائل نہ ہوں گی۔

لبید کو یہ بات بری لگی اس نے کہا اے قریش کے لوگو! پہلے تو تم لوگ ایسے تلخ جواب نہ دیتے تھے۔

ایک شخص بولا اے لبید! ناراض نہ ہو یہاں بے وقوفوں کی ایک جماعت جو ہمارے خداؤں کی منکر ہے یہ شخص ان میں سے ایک ہے۔ حضرت عثمان نے بھی اس کو جواب دیا تلخ کلامی بڑھ گئی۔

یہاں تک کہ اس آدمی نے حضرت عثمان کی آنکھ پر زور سے طمانچہ مارا چوٹ سے وہ آنکھ سوج گئی۔ ولید بن مغیرہ بھی پاس بیٹھا ہوا تھا اس نے طنزیہ طور پر کہا جب تک میں نے تمہیں پناہ دی ہوئی تھی کسی کی جرأت نہیں تھی کہ وہ تم پر ہاتھ اٹھاتا تم نے میری پناہ مجھے واپس لوٹائی اب مزہ چکھو میری پناہ کو مسترد کرنے کا۔

حضرت عثمان نے جواب دیا، میری دُرست آنکھ بھی چاہتی ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی راہ میں اسے بھی ایسا طمانچہ لگے اور اے ابا عبدالشمس! میں اب اس ذات کی پناہ میں ہوں جو تجھ سے زیادہ معزز اور تجھ سے زیادہ طاقتور ہے۔

ولید نے کہا، میرے بھتیجے! اب بھی اگر تم میری پناہ میں آنا چاہو تو آسکتے ہو۔

حضرت عثمان نے جواب دیا، ہرگز نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو ایک مرتبہ پھر حبشہ کی جانب ہجرت کا مشورہ دیا چنانچہ مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد دوبارہ مکہ سے حبشہ ہجرت کر گئی اس دفعہ قریش چوکنا بیٹھے تھے مگر مسلمان ان کی گرفت میں آنے سے پہلے ہی حبشہ کے بادشاہ کے پاس پہنچ گئے۔

سفیر مکہ کی ناکامی

حبشہ کے اندر مسلمان امن و امان سے زندگی بسر کر رہے تھے آرام و راحت اور ہر قسم کا سکون و چین نصیب تھا۔ اب بھلا کفارِ مکہ سے یہ کیسے برداشت ہو سکتا تھا کہ مسلمان سکون اور چین کی زندگی بسر کریں۔

تمام کافر قبیلوں کے سردار اس صورتحال پر گفتگو کرنے کیلئے جمع ہو گئے کہ حبشہ کے مسلمانوں کو کس طرح سے واپس مکہ لایا جائے اور ان پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے جائیں۔ آخر یہ طویل اجلاس اس فیصلے پر ختم ہوا کہ ہم مکہ سے اپنے دو سفیر حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے پاس بھیجتے ہیں۔ وہ سفیر وہاں جا کر بادشاہ سے کہیں گے کہ ان مجرموں کو ہمارے ساتھ واپس بھیج دو۔

اس سفارت کی کامیابی کیلئے بڑا اہتمام کیا گیا۔ نجاشی اور اس کے درباریوں اور حبشہ کے بڑے بڑے پادریوں کیلئے قیمتی تحائف بھی بھیجے گئے۔

نجاشی کو اور اہلِ حبشہ کو عرب کا چمڑا بہت پسند تھا اس لئے نجاشی کیلئے اعلیٰ قسم کا چمڑا بھی تحفے میں خصوصی طور پر رکھا گیا۔

کفارِ مکہ کے یہ دو سفیر عمرو ابن العاص اور عبداللہ بن ابی ربیعہ تمام سامان لیکر حبشہ روانہ ہو گئے۔ کفارِ مکہ کے یہ دونوں سفیر گفتگو کرنے میں بہت ماہر تھے۔ یہ دونوں سفیر نجاشی کے دربار میں جانے سے پہلے حبشہ کے پادریوں، بشپ سے ملے اور ان کے بطریق کے پاس بھی گئے ان کی خدمت میں تحفے تحائف پیش کیے پھر انہیں بتایا کہ ہماری قوم کے کچھ نادان لوگوں نے اپنا آبائی دین ترک کر دیا ہے اور تو اور انہوں نے آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا۔ ہمارے ملک میں تو انہوں نے فتنہ و فساد کی آگ بھڑکا دی ہے کہیں وہ اپنے اُن نظریات سے آپ کے ملک کا بھی امن و سکون تباہ نہ کر دیں اس لئے کل ہم بادشاہ کے دربار میں حاضری دیں گے اور بادشاہ سے عرض کریں گے کہ وہ ان لوگوں کو ہمارے حوالے کر دے لہٰذا جب ہم یہ بات کریں تو آپ ہماری تائید اور حمایت کیجئے گا۔

دوسرے دن کفارِ مکہ کے یہ دونوں سفیر نجاشی کے دربار میں پہنچ گئے اور اپنی بات اس طرح شروع کی:۔

اے بادشاہ! ہمارے شہر کے چند بے وقوف لوگوں نے اپنا آبائی دین ترک کر کے ایک نیا دین اپنا لیا ہے اور تو اور ان لوگوں نے آپ کا دین بھی قبول نہیں کیا ہے بلکہ وہ ایسا دین ہے جسے نہ آپ جانتے ہیں اور نہ ہی ہم جانتے ہیں ہمیں ہماری قوم کے سرداروں نے جو ان لوگوں کے باپ، چچا اور دیگر قریبی رشتہ دار ہیں آپ کے پاس بھیجا ہے تاکہ آپ انہیں اپنے وطن واپس جانے کا حکم دیں۔

جب عمرو ابن العاص نے اپنی گفتگو ختم کرلی تو دربار میں موجود پادریوں اور درباریوں نے بادشاہ سے کہا:۔

بادشاہ سلامت! ان دونوں سفیروں نے سچ کہا اور یہ اپنی قوم کے حالات بہت بہتر جانتے ہیں لہذا آپ ان کے لوگوں کو ان کے حوالے کر دیں تا کہ یہ انہیں اپنے ملک لے جائیں۔

پادریوں کی بات سن کر بادشاہ کو غصہ آگیا اور چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا۔ بادشاہ نے کہا، خدا کی قسم! ایسا ہرگز نہیں ہو گا یوں میں انہیں ان لوگوں کے حوالے ہرگز نہیں کروں گا دوسرے بادشاہوں اور ملکوں کو چھوڑ کر انہوں نے پناہ کیلئے مجھے اور میرے ملک کو چنا ہے۔ جب تک میں انہیں بلا کر اصل حالات نہ پوچھ لوں میں انہیں ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر انہوں نے ان دونوں کے الزامات کی تصدیق کی تو انہیں یہاں سے واپس بھیج دوں گا۔

لیکن اگر معاملہ کچھ اور ہوا تو میں ان کی حفاظت کروں گا جب تک وہ میری پناہ میں ہیں۔ پھر نجاشی نے ایک قاصد بھیجا کہ جاؤ ان مہاجرین کو بلا کر لاؤ۔

جب بادشاہ کا قاصد اُن کے پاس پہنچا اور بادشاہ کا پیغام دیا تو تمام مسلمان اکٹھے ہو گئے کہ بادشاہ کے دربار میں کیا کہیں گے۔

اللہ اور اس کے رسول پر ایمان کی برکت سے اُن کے دل سے تمام خوف اور اندیشے ختم ہو گئے تھے۔

انہوں نے کہا بخدا ہم وہی کہیں گے جس کا ہمیں علم ہے اور جس چیز کا ہمیں ہمارے نبی نے حکم دیا ہے خواہ اس کا نتیجہ کچھ بھی نکلے۔

جب مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچ گئے تو نجاشی نے پوچھا:۔

وہ کون سا دین ہے جس کیلئے تم نے اپنا آبائی دین بھی ترک کر دیا اور میرا دین بھی قبول نہیں کیا؟

مسلمانوں نے اپنی طرف سے جواب دینے کیلئے حضرت جعفر طیار کو مقرر کیا۔

حضرت جعفر بادشاہ کے جوابات دینے کیلئے اُٹھے اور یوں اپنی تقریر شروع کی:۔

اے بادشاہ! ہم جاہل قوم تھے۔۔۔۔ ہم بتوں کی پوجا کیا کرتے تھے۔۔۔۔ مردار کھاتے۔۔۔۔ بدکاریاں کرتے۔۔۔۔ اپنے رشتہ داروں سے تعلق توڑتے۔۔۔۔ پڑوسیوں سے بدسلوکی کرتے تھے۔۔۔۔ ہمارا ہر طاقت ور شخص کمزور کو کھا جاتا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم پر کرم فرمایا اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہم ہی میں سے اپنا ایک رسول ہمارے پاس بھیجا اس کے نسب، سچائی، امانت و دیانت اور پاک دامنی سے ہم اچھی طرح آگاہ تھے اس نے ہمیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دی کہ ہم اللہ کو ایک جانیں اسی کی عبادت کریں اور ان پتھروں اور بتوں کی پوجا جو ہمارے باپ دادا کرتے آئے تھے انہیں چھوڑ دیں اس نے ہمیں حکم دیا کہ سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، رشتہ داروں سے اچھا سلوک کریں، پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک

سے پیش آئیں۔ اس نے حرام کاری اور قتل و غارت گری سے باز رہنے کا حکم دیا۔ اس نے ہمیں فسق و فجور، جھوٹ بولنے، یتیموں کا مال کھانے، باکردار عورتوں پر جھوٹی تہمت لگانے سے منع کیا۔

اور ہمیں حکم دیا کہ صرف اللہ ہی کی عبادت کریں۔

اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اس نے ہمیں نماز روزہ اور زکوٰۃ کا حکم دیا۔

حضرت جعفر طیار نے اسلام کی تعلیمات کو بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کیا پھر فرمایا چنانچہ ہم اس رسول مکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا جو حکم وہ لے کر آئے تھے اس کی پیروی کی۔

ہم ایک اللہ کی عبادت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتے۔ جن چیزوں کو ہمارے نبی نے حرام قرار دے دیا ہم اُن کو حرام سمجھتے ہیں اور جن چیزوں کو ہمارے لیے حلال کیا اس کو ہم حلال سمجھتے ہیں۔

یہ ہے ہمارا وہ جرم جس کی وجہ سے ہماری قوم نے ہمیں ظلم و ستم کا نشانہ بنایا ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دیں۔

ان کا مقصد یہ ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت چھوڑ کر پھر بتوں کی پوجا شروع کر دیں اور جن گندی چیزوں کو پہلے حلال سمجھتے تھے انہیں پھر سے حلال سمجھ کر کھانے لگیں۔ جب انہوں نے ہم پر شدید ظلم ڈھائے اور طرح طرح کی اذیتیں دیں اور ہم پر زمین تنگ کر دی اور ہمیں ہمارے دین پر عمل کرنے سے جبری روکنے لگے تو ہم نے ہجرت کی اور آپ کے ملک آگئے۔

دوسرے بادشاہوں کو چھوڑ کر آپ کو ترجیح دی۔ ہمیں اُمید ہے کہ آپ کی پناہ میں ہم پر ظلم نہیں ہوگا۔

نجاشی نے پوچھا، جو کچھ وہ پیغمبر لائے ہیں کیا وہ تمہارے پاس ہے؟

حضرت جعفر طیار نے کہا جی ہاں!

نجاشی نے کہا پھر ذرا مجھے سناؤ۔

حضرت جعفر طیار نے پُرسوز آواز میں سورہ مریم کی ابتدائی آیات تلاوت فرمائیں۔

نجاشی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا کلام سن کر اس قدر رویا کہ اس کی داڑھی تر ہوگئی۔

نجاشی کے درباری بھی پھوٹ پھوٹ کر روئے کہ ان کے صحیفے ان کے آنسوؤں سے بھیگ گئے۔

جب آپ تلاوت کر چکے تو نجاشی نے اپنی رِقت پر قابو پاتے ہوئے کہا خدا کی قسم! یہ کلام اور وہ کلام جو سیدنا عیسیٰ علیہ السلام لائے تھے ایک ہی شمع کی کرنیں ہیں۔

اس کے بعد نجاشی نے ان دونوں سفیروں سے کہا:۔

آپ یہاں سے چلے جائیں میں ان لوگوں کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتا اور نہ ان کے خلاف یہاں تمہاری کوئی چال چل سکتی ہے۔

نجاشی کے حکم پر یہ دونوں سفیر دربار سے نکل گئے۔ لیکن عمرو ابن العاص نے عبداللہ بن ربیعہ سے کہا کہ کل میں ان مسلمانوں کے خلاف ایک ایسی چال چلوں گا کہ ان کا زندہ رہنا مشکل ہو جائے گا۔

عبداللہ بن ربیعہ نے کہا نہیں ایسا نہیں کرنا ان لوگوں نے اگرچہ ہمارے دین سے اختلاف کیا لیکن ہیں تو بہر حال اپنے ہی لوگ۔

عمرو ابن العاص نے اس کی بات ماننے سے انکار کر دیا اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔

دوسرے روز جب بادشاہ تخت پر آکر بیٹھا تو عمرو بن العاص نے آگے بڑھ کر کہا بادشاہ سلامت! یہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بڑی نازیبا باتیں کہتے ہیں۔

اس پر نجاشی نے مسلمانوں کو دوبارہ بلا بھیجا قاصد گیا اور بادشاہ کا حکم مسلمانوں کو سنایا۔

اس دفعہ مسلمانوں پر گھبراہٹ ہوئی تمام مسلمانوں نے پھر مشورہ کیا کہ اگر اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق کوئی بات پوچھی تو ہم کیا جواب دیں گے۔

لیکن ایمان کی قوت نے ان کے حوصلوں کو بلند کر دیا انہوں نے کہا ہم وہی کہیں گے جو ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا ہے۔

جب مسلمان نجاشی کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے سوال کیا کہ تم حضرت عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا کہتے ہو؟

حضرت جعفر طیار نے بڑی جرأت و دلیری کے ساتھ فرمایا:۔

ہم وہی کہتے ہیں جو ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں بتایا ہے۔ آپ اللہ کے بندے، اللہ کے رسول، اللہ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے کنواری اور عبادت گزار مریم کے اندر ڈالا ہے۔

یہ سن کر نجاشی نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور وہاں سے ایک تنکا اٹھایا اور کہا:۔

خدا کی قسم! جو کچھ تم نے کہا ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام بارے میں وہ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں۔

اس کے بعد نجاشی نے کہا:۔

میں تمہیں خوش آمدید کہتا ہوں اور جس ہستی کے پاس سے تم آئے ہوئے ہو اسے بھی مرحبا کہتا ہوں۔

اور گواہی دیتا ہوں کہ وہ اللہ کے رسول ہیں یہ وہی ہیں جن کا ذکر ہم انجیل میں پاتے ہیں یہ وہی رسول ہیں جن کی آمد کی خبر ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی تھی۔

میرے ملک میں جہاں چاہو قیام کرو خدا کی قسم! اگر مجھے حکومت کی مجبوریاں نہ ہوتیں تو میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتا اور حضور کا کفش بردار بنتا اور وضو کرانے کی سعادت حاصل کرتا۔

پھر اس نے کہا اے مسلمانو! تمہارا جہاں دل چاہے میرے ملک میں رہو جس نے تمہارے ساتھ بدکلامی کی میں اس پر جرمانہ عائد کروں گا۔اس نے یہ جملے تین مرتبہ کہے۔

پھر کہا کہ میں تو یہ بھی پسند نہیں کرتا کہ میں تم میں سے کسی ایک کو ان کے حوالے کروں اور وہ مجھے اس کے بدلے سونے کا ایک پہاڑ دیں پھر بادشاہ نے اپنے درباریوں سے کہا یہ جو تحائف لے کر آئیں ہیں وہ انہیں واپس کردو۔

اس طرح کفارِ مکہ کے یہ دونوں سفیر ناکام و نامراد لوٹ گئے۔

اور مسلمان حبشہ میں سکون وچین کی زندگی گزارنے لگے۔

سوشل بائیکاٹ

کفارِ مکہ اپنے دو سفیروں کی اس شکست پر بہت شدت سے کڑھ رہے تھے اس ناکامی پر وہ اور زیادہ مشتعل ہوگئے اور مکہ میں موجود مسلمانوں پر اپنے ظلم وستم کو اور تیز ترین کردیا۔

تمام سردار آج بھی حرم کے صحن میں بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے فیصلہ کیا اب ہر حال میں محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو قتل کردیا جائے خواہ نتائج کچھ بھی نکلیں اگر ہم نے یہ کام نہیں کیا تو ہمارے مصائب اور مشکلات کا خاتمہ ناممکن ہے۔

حضرت ابو طالب کو جب کفار کے اس ارادے کی اطلاع ملی تو آپ نے تمام بنو ہاشم سے عہد لیا کہ ہم سب اپنی جانیں قربان کردیں گے مگر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر آنچ نہیں آنے دیں گے سب نے یہ وعدہ کرلیا۔

حضرت ابو طالب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حفاظت کی وجہ سے شعب ابی طالب میں منتقل ہوگئے۔ (شعب کہتے ہیں گھاٹی یا تنگ میدان) تمام بنو ہاشم بھی اس گھاٹی میں پہنچ گئے۔

یہ شعب آپ کو وِرثہ میں ملی تھی۔

قریش نے جب دیکھا کہ بنو ہاشم شعب ابی طالب میں منتقل ہوگئے ہیں تو انہوں نے پھر اپنے سرداروں کا ہنگامی اجلاس طلب کیا تاکہ بنو ہاشم کے خلاف کوئی ایسا قدم اُٹھایا جاسکے کہ وہ مجبور ہو کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے کردیں۔

کافی دیر بحث ومباحثہ کے بعد انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ ہم مکمل سوشل بائیکاٹ کریں گے۔

اب نہ کوئی بنو ہاشم کے ساتھ کوئی تعلق رکھے گا اور نہ ان کے ہاتھ کوئی چیز فروخت کرے گا اور نہ ان کے گھروں میں قدم رکھیں گے جب تک یہ لوگ اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قتل کرنے کیلئے ان کے حوالے نہ کردیں اور بنو ہاشم کے ساتھ ہرگز صلح نہیں کرینگے اور ان پر ذرا ترس نہیں کھائیں گے۔ اور نہ اپنی کسی بچی کا رِشتہ انہیں دینگے اور نہ ان کی بچیوں کا رشتہ لیں گے۔

جب سب ان باتوں پر متفق ہوگئے۔ تو یہ معاہدہ لکھ لیا گیا پھر اس کی پابندی کا پختہ وعدہ کیا گیا اور پھر اسے کعبہ شریف کے اندر لٹکادیا گیا۔ تاکہ ہر شخص اس کی سختی کے ساتھ پابندی کرے۔

ان ظالموں نے صرف یہی نہیں کیا بلکہ مکہ کے بازاروں اور منڈیوں کے دروازے بھی ان محصورین پر بند کردیئے۔ کسی دکاندار کو اجازت نہیں تھی کہ وہ انہیں کوئی چیز فروخت کرے۔

اگر مکہ کے باہر سے کوئی تجارتی قافلہ آتا اور مسلمان کوئی چیز خریدنے کیلئے اس کے پاس پہنچتے تو ابو لہب کہتا کہ تم ان کی مطلوبہ چیز کی قیمت اتنی زیادہ بتاؤ کہ یہ خرید نہ سکیں اور تم پریشان نہ ہو کہ اگر تم قیمت زیادہ بتاؤ گے تو کوئی خرید نہیں سکے گا تمہارا جو نقصان ہوگا وہ میں پورا کردوں گا۔

اب شعب ابی طالب کے مکین بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو چھوڑ کر آتے لیکن قیمت کا سن کر واپس خالی ہاتھ لوٹ جاتے ان کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہوتی تھی کہ جس سے وہ اپنے روتے ہوئے بچوں کو بہلا سکیں۔

یہ سوشل بائیکاٹ پورے تین سال تک جاری رہا لیکن اس ماحول میں کچھ لوگ تھے جو اس معاہدے سے خوش نہیں تھے اور خاموشی سے تھوڑی بہت مدد کردیا کرتے تھے۔ شعب ابی طالب کے مکینوں نے بہت سخت دن گزارے ان کے پاس کھانے کیلئے روٹی نہیں ہوتی تھی۔ سوکھے ہوئے چمڑے کو کوٹ کر کھایا کرتے تھے۔

حضرت سعد فرماتے ہیں کہ ایک رات میں پیشاب کرنے کیلئے باہر نکلا اور جب میں پیشاب کرنے لگا تو جہاں میرا پیشاب گر رہا تھا وہاں مجھے کسی چیز کی آواز آئی میں نے اٹھایا تو وہ اونٹ کے خشک چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا میں نے اسے لیا پھر اسے دھویا پھر اسے جلا کر راکھ کیا پھر اسے کوٹا پھر اسے پانی میں ملا دیا اور تین دن تک کھاتا رہا۔

ان مصائب کے باوجود ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پورے عزم کے ساتھ اپنے ربّ کی جانب سے دی گئی تبلیغ اسلام کی ذمہ داری کو پورا کرتے رہے۔

معاہدے کو دیمک نے چاٹ لیا

کفارِ مکہ نے بنوہاشم کے خلاف معاہدے کو لکھ کر خانہ کعبہ کے اندر لٹکا دیا تھا تا کہ کوئی اس معاہدے میں کوئی تبدیلی نہ کر سکے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس معاہدے پر دیمک کو مسلط کردیا اور اس دیمک نے اس معاہدے کو چٹ کرلیا لیکن صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام باقی رہنے دیا۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے اس حکیمانہ اقدام کے بارے میں بتایا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دوسرے روز حضرت ابو طالب کو بتایا:۔

اے میرے چچا! جو معاہدہ قوم نے لکھ کر خانہ کعبہ میں لٹکایا تھا اس کو دیمک نے چاٹ لیا ہے سوائے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام کے۔ حضرت ابو طالب کیلئے یہ اطلاع بڑی حیران کن تھی مکہ سے کئی میل دور ایک گھاٹی میں تین سال سے محصور ہستی ایک ایسے واقعہ کے بارے میں بتا رہی ہے جو بڑی حفاظت سے غلافوں اور دیواروں میں چھپی ہوئی خانہ کعبہ کے اندر رکھی ہوئی تھی۔

اور اس کی مسلسل نگرانی بھی کی جارہی تھی۔

حضرت ابو طالب نے کہا کہ کیا یہ بات آپ کے ربّ نے آپ کو بتائی ہے۔

حضور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا ہاں!

حضرت ابو طالب نے کہا، چمک والے ستاروں کی قسم! آپ کی بات بالکل سچی ہے آپ نے آج تک کبھی غلط بیانی نہیں کی۔

حضرت ابو طالب یہ بات سن کر حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

کفارِ مکہ بڑے حیران ہوئے اچانک حضرت ابو طالب کو آتے دیکھ کر اور دل ہی دل میں کہنے لگے بالآخر طویل اور تکلیف دہ محاصرہ نے انہیں مجبور کر ہی دیا گھٹنے ٹیکنے پر اب یہ اپنے بھتیجے کو ہمارے حوالے کردیں گے۔

حضرت ابو طالب نے ان سے کہا کہ وہ معاہدہ لے کر آؤ لہٰذا وہ بڑی تیزی سے اُٹھے اور معاہدہ لاکر سامنے رکھ دیا اور انہوں نے ابو طالب سے کہا کہ تم حضور کو ہمارے حوالے کردو تا کہ ہماری دشمنی دوستی میں بدل جائے۔

حضرت ابو طالب نے کہا، میں ایک نہایت عادلانہ حل لے کر تمہارے پاس آیا ہوں۔

سب متوجہ ہو کر سننے لگے۔

حضرت ابو طالب نے کہا کہ میرے بھتیجے نے مجھے بتایا ہے کہ یہ معاہدہ جو تمہارے ہاتھوں میں ہے اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے اور اس میں صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا نام باقی ہے۔

اب تم اس کو خود کھولو اگر میرے بھتیجے کی بات سچی ہے تو ہم کسی قیمت پر اُسے تمہارے حوالے نہیں کریں گے خواہ اس کیلئے ہمیں اپنے خون کا آخری قطرہ ہی کیوں نہ بہانا پڑے۔

اور اگر میرے بھتیجے کی بات جھوٹی نکلی تو ہم ابھی اور اسی وقت تمہارے حوالے کر دیں گے جو چاہو تم اس کے ساتھ کرو خواہ قتل کر دو یا اُسے زندہ رہنے دو۔

حضرت ابو طالب کی تجویز سن کر وہ بہت خوش اور مطمئن ہوئے کہنے لگے:۔

ہم آپ کی پیش کردہ تجویز پر راضی ہیں۔

ان کے تو وہم و گمان میں نہیں آسکتا تھا کہ جس دستاویز کی وہ اس قدر حفاظت کر رہے ہوں اُسے دیمک کھا جائے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔

بہر حال جب انہوں نے وہ دستاویز نکالی تو بالکل ویسا ہی پایا جیسا ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا تھا۔ یہ دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے لیکن ہٹ دھرمی کے ساتھ کہنے لگے:۔

اے ابو طالب! یہ تمہارے بھتیجے کے جادو کا کرشمہ ہے۔

اس تنگ دل و ذہن کے معاشرے میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جن کے دل میں بنو ہاشم کیلئے ہمدردی تھی انہوں نے مشترکہ طور پر یہ منصوبہ بنایا کہ ہم اس معاہدے کو پرزہ پرزہ کر دیں گے جب انہوں نے یہ معاہد پرزہ پرزہ کرنا چاہا تو معلوم ہوا کہ اس کو تو دیمک نے پہلے ہی چاٹ لیا ہے اور اس پر سوائے اللہ کے نام کے کچھ بھی باقی نہیں۔

اس طرح تین سال کے طویل عرصے کے بعد ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کو اس محاصرہ سے نجات ملی۔

طائف کا سفر

شعب ابی طالب کا محاصرہ ختم ہو گیا لیکن اسی سال حضرت ابو طالب اور سیدہ خدیجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا انتقال بھی ہو گیا اس کے ساتھ ہی کفارِ مکہ کے مظالم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اور بڑھ گئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر میں کوڑا پھینکتے۔ رات کو آپ کے راستے میں کانٹے بچھا دیتے غرض حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ستانے کا کوئی موقع بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی تبلیغی کوششوں کیلئے ایک اور علاقہ کا ارادہ کیا اس کا نام طائف ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تبلیغ دین کیلئے اس علاقے میں تشریف لے گئے یہاں پہنچ کر آپ یہاں کے سرداروں سے ملے اور انہیں اسلام کی تبلیغ کی یہ تبلیغ کا سلسلہ ایک ماہ تک جاری رہا لیکن وہاں کوئی ایمان نہیں لایا۔

آخر کار آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کے تین بڑے سرداروں کے پاس تشریف لے گئے یہ تینوں سگے بھائی بھی تھے لیکن انہوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ پر لبیک کہنے کے بجائے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بد تمیزی بھی کی۔

ان میں سے ایک بولا، اگر اللہ نے واقعی تمہیں رسول بنایا ہے تو میں کعبہ کا غلاف پھاڑ دوں گا۔

دوسرے نے بد تمیزی کرتے ہوئے کہا، اللہ کو تمہارے علاوہ کوئی اور نہیں ملا جسے وہ نبی بناتا۔

تیسرے نے کہا، قسم خدا کی میں آپ سے ہرگز بات نہیں کروں گا اگر آپ واقعتاً اللہ کے رسول ہیں جس طرح آپ کہتے ہیں تو آپ کے خلاف زبان چلانا بے ادبی ہے اور آپ کی بات رد کرنا میرے لیے نہایت خطرناک ہے اور اگر آپ اللہ پر جھوٹ باندھ رہے ہیں تو مجھے زیب نہیں دیتا کہ میں آپ کے ساتھ بات کروں۔

طائف کے سرداروں کی یہ نامعقول گفتگو سن کر آپ یقیناً رنجیدہ ہوئے ہوں گے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے کہا ٹھیک ہے تم نے میری بات نہیں مانی مگر اس گفتگو کو اپنے تک محدود رکھنا اس کا تذکرہ کسی اور سے نہیں کرنا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ خیال تھا کہ اگر قریش کو اس کی خبر ہو گئی تو ان کی مخالفت میں اور تیزی آجائیگی۔

لیکن وہ لوگ تو کوئی شریف لوگ تھے نہیں انہوں نے بد تمیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا ہمارے شہر سے فوراً نکل جاؤ ہمیں اس بات کا ڈر ہے کہ کہیں تم ہمارے نوجوانوں کو اپنی باتوں سے بگاڑ نہ دو۔

اس کے ساتھ ہی انہوں نے شہر کے اوباش لڑکوں کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے لگا دیا یہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے چلتے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جملے کستے اپنے بتوں کے نعرے لگاتے۔

جس راستے سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو گزرنا تھا تو طائف کے شہری وہاں دو صفیں بنا کر کھڑے ہو گئے اور آپ پر پتھر برسانا شروع کر دیئے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قدم بڑھاتے ہی تھے کہ ایک پتھر آ کر لگتا اور جب آپ درد کی شدت سے بیٹھ جاتے تو یہ ظالم بازوؤں سے پکڑ کر آپ کو آگے چلاتے اور پھر پتھر برسانا شروع کر دیتے اور ساتھ ہی قہقہے بھی لگاتے۔ زید بن حارثہ بھی اس سفر میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بچانے کی کوشش میں خود بھی زخمی ہو گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب طائف کے شہر سے نکلے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دل ان کے ظالمانہ سلوک سے بہت غم زدہ تھا سارا جسم زخموں سے چور چور تھا پاؤں مبارک سے خون بہہ رہا تھا نعلین مبارک خون سے تر ہو چکی تھی۔

اتنے میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جبریل امین آئے اور فرمایا کہ آپ کا رب آپ کو سلام کہتا ہے اور یہ پہاڑوں کا فرشتہ ہے جسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بھیجا ہے اور اسے حکم دیا ہے کہ آپ کے ارشاد کے بغیر کوئی کام نہ کرے پہاڑوں کے فرشتے نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا اور کہا اگر آپ حکم دیں تو میں ان پہاڑوں کو ان پر اوندھا کر کے گرا دوں اگر آپ چاہیں تو میں انہیں زمین میں غرق کر دوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اُمید ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے کہ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو ان کی اولادیں ضرور ایمان لائیں گی۔

جھنمی آقا اور جنتی غلام

طائف سے جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نکلے تو آپ کا جسم مبارک زخموں سے چور چور تھا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایک قریبی باغ میں تشریف لے گئے۔

اتفاق سے یہ باغ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب سے بڑے دشمن ربیعہ کا تھا اور اس روز ربیعہ کے دونوں بیٹے عتبہ اور شیبہ بھی وہاں موجود تھے۔

طائف کے اوباشوں نے جس طرح آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پتھر برسائے تھے وہ سارا منظر انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا مخالفت و دشمنی اپنی جگہ مگر بہرحال رشتہ داری تو تھی ان کا دل بھی نرم ہو گیا ان کا ایک غلام تھا عداس۔ انہوں نے اُسے کہا کہ یہ انگور کا ایک خوشہ پلیٹ میں رکھو اور اس شخص کو دے آؤ۔

عداس نے پلیٹ میں انگور کا خوشہ رکھا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہاتھ بڑھایا اور بسم اللہ شریف پڑھی اور انگوروں کے دانے توڑ کر کھانے لگے۔

عداس نے غور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور کہا یہ جملہ جو ابھی آپ نے پڑھا ہے اس بستی کے لوگ تو نہیں بولتے یعنی کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا رواج تو یہاں ہے نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُس سے پوچھا تم کس ملک کے رہنے والے ہو اور تمہارا مذہب کیا ہے؟

اس نے عرض کی میں نصرانی ہوں اور نینوا کا باشندہ ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا وہی نینوا جو مرد صالح یونس بن متی کا شہر ہے۔

عداس نے کہا آپ یونس بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یونس میرے بھائی ہیں اور میں بھی اللہ کا نبی ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے یہ جملہ ابھی مکمل ادا بھی نہیں ہوا تھا کہ عداس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں اور پیروں کو چومنا شروع کر دیا۔

عتبہ اور شیبہ دور سے یہ منظر دیکھ رہے تھے ایک نے دوسرے کو کہا ہمارے غلام کو تو اس نے خراب کر دیا۔

عداس جب واپس آیا تو عتبہ اور شیبہ نے اس کو جھڑکتے ہوئے کہا کہ تم اس شخص کے ہاتھ پیر کیوں چوم رہے تھے؟

عداس نے کہا مالکو! ساری روئے زمین پر اس سے بہتر کوئی ہستی نہیں اس نے مجھے ایسی بات بتائی جو نبی کے علاوہ کوئی اور نہیں بتا سکتا۔

وہ کہنے لگے عداس تم کہیں عقیدت میں آ کر اس کا مذہب قبول نہیں کر لینا تمہارا مذہب اس سے کہیں زیادہ بہتر ہے۔

کچھ عرصے کے بعد جب غزوہ بدر کا موقع آیا اور عتبہ و شیبہ بھی جنگ کرنے کیلئے نکلے تو انہوں نے عداس سے کہا کہ تم بھی ہمارے ساتھ چلو۔

اس وقت عداس نے ان دونوں سے کہا کہ کیا تم اس شخص کے ساتھ جنگ کرنے جا رہے ہو جس کی زیارت میں نے تمہارے باغ میں کی تھی بخدا اس کے سامنے تو پہاڑ بھی کھڑے نہیں رہ سکتے۔

یہ بدنصیب اب بھی نہ سمجھے اور اُلٹا کہنے لگے کہ اس نے تم پر جادو کر دیا ہے۔

غزوہ بدر میں عتبہ، شیبہ اور عتبہ کا بیٹا ولید بھی نکلا اور بالآخر یہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارے گئے اور ہمیشہ کیلئے جہنم میں داخل ہو گئے۔

آسمانوں کی سیر

بیٹا دیر ہو رہی ہے آجاؤ۔

آصف صاحب نے اپنے بیٹے کو آواز دی آج شبِ معراج تھی اور علامہ شامی صاحب کا بیان عشاء کی نماز کے فوراً بعد شروع ہو جائے گا۔

جی بابا جان بس آیا طارق نے سر پر عمامہ رکھتے ہوئے کہا۔

جی بابا جان اب چلیں!

ہاں بیٹا آؤ!

آصف صاحب اپنے بیٹے کے ساتھ مسجد پہنچ گئے عشاء کی نماز ادا کی اس کے بعد علامہ شامی صاحب نے معراج النبی کے حوالے سے تقریر شروع کر دی۔

جب کفارِ مکہ کے مظالم بہت بڑھ گئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طائف کے میدان گئے انہوں نے بھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا کہنا نہیں مانا اور بہت برا سلوک کیا۔

اور دوسری طرف حضرت ابو طالب اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ سیّدہ خدیجۃ الکبریٰ بھی وصال فرما چکی تھیں۔

اس موقع پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے دیدار سے نوازا۔

یہ ماہِ رجب کی ستائیسویں شب تھی اور اس کو شبِ معراج کہتے ہیں۔

ایک رات آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کعبہ شریف میں آرام فرما رہے تھے کہ جبریل امین آئے اور آپ کے تلوؤں کو بوسہ دے کر عرض کی کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو عالم بالا کی سیر کیلئے بلایا ہے۔

یہی سماں تھا کہ پیکِ رحمت خبر یہ لایا کہ چلئے حضرت

تمہاری خاطر کشادہ ہیں جو کلیم پر بند راستے تھے

جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم سے باہر تشریف لائے تو سواری کیلئے ایک جانور لایا گیا اس کا نام براق تھا یہ بہت تیز دوڑتا تھا جہاں نگاہ جاتی وہیں اس کا قدم ہوتا تھا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس براق پر سوار ہو گئے براق نے آناً فاناً آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بیت المقدس میں پہنچا دیا براق کو وہاں باندھ دیا گیا جہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی سواریاں باندھی جاتی تھیں۔

بیت المقدس میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امامت فرمائی اور تمام انبیاء کرام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پیچھے نماز ادا کی
اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم براق پر سوار ہو کر آسمانوں کی جانب تشریف لے گئے۔ جبریل امین ساتھ تھے۔

پہلے آسمان پر پہنچے جبریل امین نے کہا دروازہ کھولو!

پہلے آسمان میں ڈیوٹی پر موجود فرشتے نے پوچھا کون؟

فرمایا، جبریل۔

پوچھا، آپ کے ساتھ کون ہے؟

جبریل امین نے فرمایا، حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

پوچھا گیا، کیا ان کو بلایا گیا ہے؟

فرمایا ہاں!

کہا، خوش آمدید۔

پہلے آسمان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قدم رکھا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات سیدنا آدم علیہ السلام سے ہوئی۔

حضرت آدم علیہ السلام جب دائیں جانب دیکھتے تو خوش ہوتے اور بائیں جانب دیکھتے تو روتے۔

جبریل امین نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! دائیں اور بائیں جانب جو صورتیں ہیں وہ ان کی اولادیں ہیں
دائیں طرف والے جنتی ہیں اور بائیں طرف والے جہنمی۔

جب یہ دائیں جانب دیکھتے ہیں تو خوش ہوتے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو غمگین ہوتے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خوش آمدید کہا اور کہا نیک بیٹے اور نیک نبی کا آنا مبارک ہو۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے۔

دوسرے آسمان کا دروازہ کھٹکھٹایا گیا۔

اندر سے آواز آئی کون؟

جبریل امین نے فرمایا، جبریل۔

پوچھا، آپ کے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟

فرمایا، ہاں اللہ کے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں۔

پوچھا، کیا ان کی طرف آپ کو بھیجا گیا تھا؟

جواب دیا، ہاں۔

کہا گیا، اُن کا آنا مبارک ہو۔

پس جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دوسرے آسمان پر تشریف لے گئے تو وہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات سیّدنا یحییٰ علیہ السلام اور سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام سے ہوئی۔

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تیسرے آسمان پر تشریف لے گئے اس دروازے کے نگہبان سے بھی وہی گفتگو ہوئی جو پہلے اور دوسرے سے ہوئی تھی۔

تیسرے آسمان پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی۔

اس کے بعد آپ بالترتیب چوتھے، پانچویں چھٹے اور ساتویں آسمان پر تشریف لے گئے جہاں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت ادریس علیہ السلام، حضرت صالح علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا، نیک بیٹے اور صالح نبی کا آنا مبارک ہو۔

پھر سدرۃ المنتہیٰ پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سر کی آنکھوں سے اللہ تبارک وتعالیٰ کا دیدار کیا۔

نوٹ﴾ ہر آسمان کے فرشتے کا دریافت کرنا کہ کون؟ جواباً جبریل علیہ السلام کا کہنا کہ جبریل پھر فرشتے کا دریافت کرنا کہ ساتھ کون ہے؟ پھر پوچھنا کہ بلائے گئے ہیں؟ اس کی وجہ یہ تھی کہ نورِ مصطفیٰ کی تابانیاں بے حجاب ہو گئیں تھیں آسمانی دربانوں کی آنکھیں اس نور سے خیرہ ہو گئیں تھیں اس لیے ملائکہ سوالات کر رہے تھے ورنہ وہ اپنے سردار جبریل علیہ السلام کو خوب جانتے تھے اور یہ دریافت کرنا کہ کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بلائے گئے ہیں؟ تاکہ یہ اعلان ہو جائے کہ یہ شرف کسی اور کا نہ ہوا نہ ہوگا کہ وہ لامکاں بلائے جائیں۔

تبارک اللہ شان تیری تجھی کو زیبا ہے بے نیازی
کہیں تو وہ جوش لن ترانی کہیں تقاضے وصال کے تھے

پچاس نمازوں کا تحفہ

علامہ شامی صاحب کی تقریر ابھی جاری تھی اور طارق اُن کی تقریر کو بہت غور سے سن رہا تھا۔

علامہ شامی صاحب بتا رہے تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پچاس نمازوں کا تحفہ عطا کیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُس کے ساتھ واپس آئے تو راستہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا، آپ کو کیا تحفہ ملا؟

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے میری اُمت پر پچاس نمازیں فرض کی ہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، واپس جایئے کیونکہ آپ کی اُمت پچاس نمازیں پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم واپس گئے اور پانچ نمازیں کم کردی گئیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، یہ بھی بہت زیادہ ہیں آپ کی اُمت میں اتنی طاقت نہیں کہ وہ یہ نمازیں پڑھ سکے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لے گئے مزید پانچ نمازیں کم کردی گئیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پھر واپس تشریف لائے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ بھی زیادہ ہیں اپنے رب سے اسے مزید کم کروالیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے پانچ نمازیں پھر کم کردیں۔

کل نو ۹ دفعہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے گئے اور پینتالیس ۴۵ نمازیں معاف ہوگئیں۔

جب پانچ نمازیں رہ گئیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ بھی بہت زیادہ ہیں آپ مزید کم کروالیں۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، مجھے اپنے رب سے حیا آتی ہے۔

پیارے دوستو!

آج ہم جو پانچ نمازیں پڑھتے ہیں تو ہمیں ثواب پچاس نمازوں کا ہی ملتا ہے۔

اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا تحفہ ہے لہٰذا ہم سب کو پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے باجماعت پڑھنی چاہیے۔

نیکیوں کا اجر

علامہ شامی صاحب نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا:۔

محترم سامعین! حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سیر کے دوران کئی واقعات بھی دیکھے۔ ایک قوم کو دیکھا کہ وہ کھیتی باڑی میں مصروف تھی وہ جو فصل بوتے دوسرے دن تیار ہو جاتی تھی وہ اسے کاٹ لیتے پھر وہ فصل جوں کی توں لہرانے لگتی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کیا ہے؟

جبریل امین نے عرض کی کہ

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ اللہ کے مجاہد ہیں جن کی نیکیوں کو سات سو گنا کر دیا جاتا ہے اور جو وہ خرچ کرتے ہیں اس کی جگہ ان کو اسی وقت دے دیا جاتا ہے۔

نماز میں کوتاہی کرنے والے

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے سروں کو پتھروں سے کچلا جا رہا تھا فرشتے ان کے سروں کو کچلتے اور فوراً ہی وہ واپس اپنی حالت میں آجاتے یہ سلسلہ مسلسل جاری تھا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا اے جبریل یہ کیا ہے؟

جبریل امین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ وہ لوگ ہیں جو فرض نماز میں سستی کیا کرتے تھے۔

زکوٰۃ نہ دینے والے

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی جماعت کی طرف ہوا جو بھوکی پیاسی اور ننگی تھی اور وہ لوگ ایک کڑوی قسم کی بوٹی کھا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کیا ہے؟

جبریل امین نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مالوں کی زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے۔

بدکار لوگوں کا انجام

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایسی جماعت کے پاس سے ہوا جن کے پاس تمام نعمتیں رکھی ہوئی تھیں مگر یہ لوگ طیب اور پاک چیزوں کو چھوڑ کر بدبودار گوشت کھا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کیا ہے؟

جبریل امین نے عرض کی کہ یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے حلال ساتھی کو چھوڑ کر حرام کی طرف رغبت کرتے ہیں۔

تمسخر اُڑانے والوں کا انجام

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی جگہ سے ہوا جہاں ایک جماعت کو بٹھایا ہوا تھا اور یہ جگہ آگ سے بھری ہوئی تھی اور ان جگہوں پر کانٹوں کی مانند پنجے تھے جو گزرنے والوں کے اعضاء اور کپڑوں کو کاٹتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو گزرگاہوں، گلیوں کے کونوں پر بیٹھتے ہیں اور لوگوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں لوگوں پر ہنستے ہیں ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔

خیانت کرنے والوں کا انجام

اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جس کی پشت پر بہت زیادہ بوجھ تھا اور وہ کہتا تھا کہ اس پر مزید بوجھ لاد دیا جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ وہ لوگ ہیں جو امانت میں خیانت کرتے تھے اور مزید امانتیں رکھنے کے خواہش مند تھے۔

سود خور کا انجام

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک شخص خون کی نہر میں تیر رہا تھا اور اس کے منہ میں پتھر ڈالے جا رہے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون ہیں؟

جبریل امین نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں سے سود لے کر کھایا کرتے تھے۔

چغل خوروں کا انجام

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی جماعت پر سے ہوا جن کے کانوں کا گوشت کاٹ کر انہیں دیا جا رہا تھا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ آپ کی اُمت کے وہ لوگ ہیں جو لوگوں کی چغلی اور غیبت کیا کرتے تھے۔

والدین کے نافرمان

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا گزر ایک ایسی جماعت پر ہوا جسے آگ کی وادی میں قید کیا گیا تھا آگ ان کو جلا دیتی وہ پھر تر و تازہ ہو جاتی آگ پھر جلا دیتی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین نے عرض کیا کہ یہ اپنے والدین کے نافرمان ہیں۔

گانے والے فنکار

پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ایک جماعت کو جن کے سینوں پر آگ کے طبق رکھے ہوئے تھے چہرے سیاہ آنکھیں نیلی اور سیاہ لباس پہنا ہوا تھا آگ کے فرشتے انہیں آگ کی لٹھوں سے مارتے تھے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟

جبریل امین نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہ گانے بجانے والے ہیں۔

اس کے بعد علامہ شامی نے اپنی تقریر ختم کرتے ہوئے کہا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہم سب کو نیک بنائے اور نیکی کرنے اور نیکی کی دعوت دینے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ

اور اس کے بعد طارق اور اس کے والد عبادت میں مصروف ہو گئے۔

معراج کے بعد

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب سفر معراج سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے اپنے سفر کے حالات و واقعات اپنی چچازاد بہن اُمّ ہانی سے بیان کیے اور انہیں یہ بھی بتایا کہ وہ صبح سویرے تمام واقعات اپنی قوم کے سامنے بیان کریں گے۔

حضرت اُم ہانی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! اگر آپ نے اُن کو یہ واقعات سنائے تو وہ آپ کا مذاق اُڑائیں گے آپ کو جھٹلائیں گے اور آپ کو اذیتیں پہنچائیں گے۔

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حرم شریف میں جاکر معراج کا تمام واقعہ سنایا کہ رات کو مجھے بیت المقدس لے جایا گیا وہاں مسجد اقصیٰ میں انبیاء سابقین بھی جمع ہوگئے میں نے ان سب کی امامت کی تمام انبیاء نے میری امامت میں نماز ادا کی۔

جب ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی بات مکمل کی تو مشرکین نے شور مچادیا، سیٹیاں بجانے لگے کچھ تالیاں بجانے لگے۔ اور ایک طوفان بد تمیزی برپا کر دیا۔

اچانک مطعم بن عدی بولا کہ آج تک جو باتیں آپ کرتے تھے وہ عام طور پر عام فہم تھیں لیکن آج آپ نے جو بات کی ہے اس نے تو ہمیں لرزا کر رکھ دیا ہے۔

ہم یہ کیسے مان لیں کہ جس مسجد اقصیٰ میں ہمیں آنے جانے میں دو مہینے لگتے ہیں آپ رات کے ایک مختصر حصے میں ہو کر آگئے۔

لات و عزیٰ کی قسم! ہم آپ کی بات ماننے کیلیے ہرگز تیار نہیں ہیں۔

ابو جہل بھاگ کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا کہنے لگا کہ یا ابا بکر! یہ تو بتاؤ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ وہ رات کے ایک حصے میں آسمانوں کی سیر کر کے آگیا بیت المقدس بھی ہو آیا۔

کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

حضرت ابو بکر نے ابو جہل سے دریافت کیا، یہ کون کہتا ہے؟

ابو جہل نے خوشی خوشی بتایا، یہ تمہارے صاحب کہتے ہیں۔

حضرت ابو بکر صدیق نے جواب دیا، اگر وہ کہتے ہیں تو میں تصدیق کرتا ہوں وہ سچ کہتے ہیں اور یہ واقعہ پیش آیا ہے۔

حرم شریف میں اب ایک نئی بحث شروع ہو گئی۔

مشرکین نے اب طرح طرح کے سوالات آپ سے پوچھنا شروع کر دیئے تاکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جھٹلانے میں کامیاب ہو جائیں۔

وہ جانتے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کبھی بیت المقدس نہیں گئے۔

کہنے لگے! اچھا یہ بتایئے مسجد اقصیٰ کے دروازے کتنے ہیں؟ ...... مسجد اقصیٰ کی کھڑکیاں کتنی ہیں؟ ...... محراب کس جانب ہے؟ ...... دروازے اور کھڑکیاں کس کس سمت ہیں؟

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے بیت المقدس کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نگاہ کے سامنے کر دیا۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کے سوالات کے جوابات مسجد اقصیٰ کو دیکھ دیکھ کر دینے لگے۔

جب تمام سوالات کا اُنہیں صحیح صحیح جواب مل گیا تو وہ ہٹ دھرم کہنے لگے، بے شک ولید بن مغیرہ صحیح کہتا ہے یہ بہت بڑے جادو گر ہیں۔

اب کفارِ مکہ نے ایک اور نئے انداز میں سوال پوچھنا شروع کر دیئے کہ آپ نے جس راہ پر سفر کیا اس راستے پر ہمارے بہت سے قافلے بھی موجود تھے ان کے بارے میں کچھ بتایئے تاکہ ہمیں تسلّی ہو جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے تمام قافلوں کے بارے میں بتادیا کہ کون سا قافلہ تمہارا اس وقت کہاں پر ہے۔

پھر قریش نے آخری تیر چلاتے ہوئے پوچھا، اچھا یہ بتایئے کہ ہمارا فلاں قافلہ کب تک پہنچے گا؟

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ قافلہ فلاں دن پہنچے گا ان کے آگے خاکستری رنگ کا اونٹ ہو گا جس پر دو بورے ہوں گے۔

اب قریش ان قافلوں کا شدت سے انتظار کرنے لگے جب وہ مقررہ دن آیا جس کے بارے میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بتایا تھا کہ وہ قافلہ اس دن آئے گا تو تمام قریش گھروں سے نکل کر راستہ پر انتظار کرنے لگے دن کافی گزر گیا لیکن قافلہ نہ آیا کفارِ مکہ خوش ہو رہے تھے اب انہیں ایک ایسا موقع مل گیا جس کی بنیاد پر وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تکذیب کر سکیں گے۔

بس سورج کے غروب ہونے کا انتظار کر رہے تھے کہ ادھر سورج غروب ہوا اور وہ طوفان بد تمیزی برپا کریں۔

لیکن بھلا ایسا کب ہو سکتا تھا کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زبان سے کوئی بات نکلی ہو اور وہ پوری نہ ہوئی ہو۔

ایک آدمی جو مغرب کی طرف منہ کر کے کھڑا تھا کہنے لگا لو سورج غروب ہو گیا اسی وقت ایک اور شخص نے آواز لگائی لو وہ دیکھو قافلہ بھی آ گیا۔

تحریک قبول اسلام کا آغاز

آہستہ آہستہ سارے عرب میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعلیمات کا چرچا ہو رہا تھا۔

مدینے کے کچھ افراد نے تو خاموشی سے اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ان کی تعداد دو چار سے زیادہ نہیں تھی۔

حج کا موسم قریب آ چکا تھا اور دور و نزدیک سے حج کے قافلے مکہ آ رہے تھے۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہر قبیلے کی قیام گاہ پر تشریف لے جاتے اور اُسے اسلام کی دعوت دیتے۔

ایک دن ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عقبہ کے مقام پر پہنچے تو وہاں بنی خزرج سے ملاقات ہوئی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا، تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا، ہم قبیلہ خزرج کے چند افراد ہیں۔

پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، کیا تم وہ لوگ ہو جن کی یہود سے دوستی ہے؟ انہوں نے کہا، ہاں!

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کچھ دیر بیٹھو ہم کچھ باتیں کر لیں۔ انہوں نے کہا، ضرور۔

جب یہ لوگ بیٹھ گئے تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے سامنے اسلام کی تعلیمات پیش کیں۔ اُن کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات تلاوت فرمائیں۔

یہ یہودیوں کے ساتھ رہا کرتے تھے وہ لوگ اہلِ کتاب تھے اکثر ان کے درمیان کسی نہ کسی معاملے پر جھگڑا بھی ہو جاتا تھا یہاں تک کہ جنگ کی نوبت بھی آ جاتی تھی جب جنگ کی نوبت آتی تو یہودی ان کو دھمکی دیتے کہ عنقریب ایک نبی تشریف لانے والے ہیں ہم ان کے ساتھ مل کر تمہیں اس طرح قتل کریں گے جس طرح عاد اور ارم کو قتل کیا گیا تھا۔

یہود کی ان باتوں کی وجہ سے اہلِ مدینہ جانتے تھے کہ ایک نبی کی آمد کا وقت ہو چکا ہے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تبلیغ اور اچھی اچھی پیاری پیاری باتیں انہیں بھی پسند آئیں۔ آپس میں کہنے لگے، یہ وہی نبی معلوم ہوتے ہیں جن کی دھمکیاں یہود ہم کو دیتے تھے۔

کیوں نا ہم ان پر پہلے ایمان لے آئیں چنانچہ وہ سب مسلمان ہو گئے۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی تربیت اور ان کے قبیلے میں تبلیغ کیلئے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ساتھ کر دیا۔

حضرت مصعب وہاں آہستہ آہستہ اور حکمت کے ساتھ دین کی تبلیغ کرتے رہے۔

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر کا قبولِ اسلام

ایک روز اسعد بن زرارہ، حضرت مصعب بن عمیر کو لیکر مدینے ہی کے علاقے میں آئے یہ عبد الاشہل اور بنی ظفر کا علاقہ تھا یہ دونوں حضرات بنی ظفر کے باغیچے میں چلے گئے۔

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر بنی عبد الاشہل میں اپنی اپنی قوم کے سردار تھے اور دونوں ابھی تک مشرک اور بت پرست تھے۔

انہیں معلوم ہو چکا تھا کہ اسعد اور مصعب دونوں بنی ظفر کے باغیچے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔

سعد بن معاذ نے اسید بن حضیر سے کہا کہ تم ان دونوں کے پاس جاؤ اور ان کو منع کرو کہ وہ ہمارے علاقے میں اپنے نئے مذہب کی تبلیغ نہ کریں اور ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بے وقوف نہ بنائیں اگر میرا خالہ زاد بھائی اسعد بن زرارہ کا پاس نہیں ہوتا تو میں خود جا کر انہیں منع کر دیتا اور تمہیں تکلیف نہیں دیتا۔

سعد بن معاذ کے کہنے پر اُسید بن حضیر نے اپنا نیزہ سنبھالا اور اُٹھ کر بنی ظفر کے باغیچہ میں اسلام کے ان دونوں مبلغوں کے پاس پہنچ گیا۔

جب اُسید بن زرارہ نے اُسید بن حضیر کو اپنی جانب آتے دیکھا تو حضرت مصعب سے کہا وہ سامنے اپنی قوم کا سردار تمہارے پاس آرہا ہے اُسے یوں تبلیغ کرنا کہ وہ اسلام قبول کر لے۔

مصعب نے کہا کہ اگر وہ ہمارے پاس آیا تو میں ضرور اس کو تبلیغ کروں گا۔

اتنے میں اُسید بن حضیر وہاں پہنچ گیا اور ترش لہجے میں کہا کہ تم یہاں ہمارے ضعیف الاعتقاد لوگوں کو بے وقوف بنانے کیوں آئے ہو؟ اگر تمہیں زندگی عزیز ہے تو یہاں سے چلے جاؤ۔

حضرت مصعب نے کہا، ذرا تشریف رکھئے ہماری بات تو سنئے اگر ہماری بات اچھی ہو اور آپ کو پسند آجائے تو اُسے قبول کر لیجئے اور اگر ہماری بات آپ کو اچھی نہ لگے اور پسند نہ آئے تو ہم خاموش ہو جائیں گے۔

اور آپ کو ایسی بات نہیں سنائیں گے جو آپ کو ناپسندیدہ معلوم ہو۔

اُسید بن حضیر نے کہا، تم نے انصاف کی بات کی ہے۔

پھر اس نے نیزہ زمین میں گاڑ دیا اور ان دونوں کی بات سننے کیلئے ان کے قریب بیٹھ گیا۔

حضرت مصعب نے اُسے دینِ اسلام کی تبلیغ کی اسلامی عقائد و نظریات سے آگاہ کیا اور قرآن کریم کی کچھ آیات تلاوت فرمائیں۔

اُسید بن حضیر نے کہا، آپ نے مجھے کتنی اچھی باتیں بتائی ہیں اگر میں اس نئے دین میں داخل ہونا چاہوں تو مجھے کیا کرنا ہو گا۔

انہوں نے کہا، تم غسل کر کے پاک صاف ہو لو پھر کلمہ شہادت پڑھ کر دو رکعت نفل ادا کرو۔

غرض یہ کہ اُسید بن حضیر نے اسلام قبول کر لیا اور کہا، میرے ساتھ میرا ایک دوست بھی ہے اگر وہ بھی اسلام قبول کر لے تو پھر اس کے ساتھ ساری قوم مسلمان ہو جائے گی۔

اُسید بن حضیر نے واپس جا کر سعد بن معاذ کو بہانے سے اسلام کے ان دونوں مبلغوں کے پاس بھیج دیا۔

سعد بن معاذ جب ان کے پاس گئے تو کہنے لگے، تم ہمارے علاقے میں ایسا کام کر رہے ہو جو ہمیں انتہائی ناپسند ہے۔

حضرت مصعب نے کہا، آپ تشریف رکھئے اگر آپ کو ہماری بات پسند آجائے تو اُسے قبول کر لیجئے ورنہ ہم اس کام سے دست بردار ہو جائیں گے۔

یہ سیدھی سی بات سن کر سعد بن معاذ نے کہا، تم نے بڑے انصاف کی بات کی۔

پھر اس نے اپنا نیزہ زمین پر گاڑ دیا اور اُن کے پاس بیٹھ کر گفتگو کرنے لگا۔

حضرت مصعب بن عمیر نے انہیں اسلام کے عقائد و نظریات کے بارے میں بتایا اور سورہ زخرف کی چند آیات تلاوت کی۔

سعد بن معاذ کے دل کی بھی کایا پلٹ گئی اور انہوں نے بھی کلمہ شہادت پڑھ لیا۔

اس کے بعد سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر واپس اپنی قوم کی طرف آئے۔

حضرت سعد نے اپنی قوم سے کہا، اے عبد الاشہل کے خاندان والو! میرے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

اُن سب نے جواب دیا، آپ ہماری قوم کے سردار ہیں ہم سب سے آپ کی رائے افضل ہے اور تمہاری ذات بڑی بابرکت ہے۔

سعد نے کہا، تمہارے مردوں اور عورتوں کا مجھ سے بات کرنا اس وقت تک حرام ہے جب تک تم اسلام قبول نہیں کر لیتے۔

شام تک بنی الاشہل کا کوئی فرد ایسا نہیں تھا جس نے اسلام قبول نہ کیا ہو۔

حضرت مصعب، سعد بن معاذ اور اسعد بن زرارہ کی کوششوں سے مدینے کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔ یہی حضرات بعد میں انصارِ مدینہ کہلائے۔

بُت کی شکست

مدینے میں اسلام تیزی کے ساتھ پھیل رہا تھا دن بدن لوگ تیزی کے ساتھ اسلام قبول کر رہے تھے بیت عقبہ ثانیہ کے موقع پر تہتر ۷۳ مردوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب یہ انصار واپس مدینہ آئے تو اب انہوں نے تمام مصلحتوں کو ایک طرف رکھ دیا اور دن رات خوب کھل کر اسلام کی تبلیغ کی نوجوان طبقے کی اکثریت نے تو بہت تیزی کے ساتھ اسلام قبول کیا۔

لیکن چند ایک بوڑھے ایسے بھی تھے جو ابھی تک کفر اور بت پرستی کی گندگی میں پھنسے ہوئے تھے۔

انہی بوڑھوں میں ایک بوڑھا شخص عمرو ابن جموح بھی تھا اس کا بیٹا معاذ بن عمرو اسلام کے شیدائیوں میں سے تھا اور ان خوش نصیبوں میں شامل تھا جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔

عمرو ابن جموح بوڑھا ہونے کے ساتھ اپنے قبیلہ کا سردار بھی تھا لیکن یہ ایک بت کی پوجا کیا کرتا تھا اور اس نے اپنے گھر میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا بت بنوا رکھا تھا۔ اور اس کا نام لات تھا یہ ہر وقت اس کی پوجا پاٹ میں لگا رہتا تھا۔

اس کے قبیلے کے سب ہی لوگ مسلمان ہو چکے تھے اس کا بیٹا بھی اسلام قبول کر چکا تھا۔

عمرو کے بیٹے معاذ نے اپنے باپ کو بہت سمجھایا مگر وہ اس بت کو کسی قیمت چھوڑنے پر رضامند نہیں تھا۔

بالآخر عمرو کے بیٹے معاذ اور اس کے دوست معاذ بن جبل نے ایک منصوبہ بنایا۔ جب رات ہو جاتی تو یہ دونوں اس بت کو نکال کر گھر سے باہر لاتے اور کوڑے کرکٹ کے ڈھیر پر پھینک دیتے۔

عمرو بن جموح جب صبح بیدار ہوتا اور اُس کی پوجا پاٹ کیلئے اُس کے پاس جاتا جہاں وہ اُسے احترام سے رکھتا تھا جب وہ اپنے بُت کو وہاں نہیں پاتا تو زور سے چیختا۔

تمہارا خانہ خراب ! آج رات کو پھر کسی نے ہمارے خدا پر زیادتی کی ہے۔

پھر عمرو ابن جموح باہر نکل جاتا اور اپنے بت کو ڈھونڈتا اور وہ اسے کسی کوڑا کرکٹ کے ڈھیر سے مل جاتا۔

یہ اُسے واپس اُٹھا کر لاتا اُس کو نہلاتا، دھلاتا، خوشبو لگاتا پھر اُسے اُس کی جگہ پر رکھ دیتا۔

کاش مجھے معلوم ہو جاتا کہ کس نے تیرے ساتھ یہ حرکت کی ہے تو میں اس کی خوب مرمت کرتا۔

اب تو روزانہ ہی اس کے خدا کے ساتھ یہی ہونے لگا اور عمرو بن جموح روز سویرے سویرے اپنے خدا کو ڈھونڈنے نکل جاتا۔

اس کا بت کبھی اُسے کسی اندھے کنوئیں میں ملتا تو کبھی غلاظت کے ڈھیر میں لت پت ملتا یہ اُسے اٹھا کر لاتا اُس کو نہلاتا خوشبو لگاتا۔

آخر کار وہ روزانہ کی اس صورتحال سے تنگ آگیا ایک دن اُس نے اپنی تلوار اس کے گلے میں لٹکادی اور کہا کہ اگر تجھ میں کوئی بھلائی ہے تو یہ تلوار تیرے پاس ہے اس کے ذریعے اپنا دفاع کر۔

جب رات ہوئی تو حسبِ معمول ان دونوں نوجوانوں نے اس بت کے گلے میں سے تلوار اُتار لی پھر مرے ہوئے کتے کے ساتھ اس کو باندھ کر ایک غلیظ کنویں میں پھینک دیا۔

عمرو ابن جموح کو یقین تھا کہ آج اگر کسی نے میرے بت کو لے جانے کی جرات کی تو اس گستاخ کا سر قلم ہو جائے گا اور آس پاس اس کی لاش پڑی ہو گی۔ وہاں پہنچا تو حسبِ معمول بُت موجود نہیں تھا۔

آس پاس دیکھا تو لاش تو دور کی بات خون کا قطرہ تک موجود نہیں تھا۔

پھر اس نے اس بت کی تلاش کی تو اسے ایسی جگہ مرے ہوئے کتے کے ساتھ بندھا ہوا پایا جہاں سے بدبو کے بھبکے اٹھ رہے تھے۔

یہ منظر دیکھ کر دل کی نگاہوں پر پڑے ہوئے سارے حجابات دور ہو گئے اور اس نے اسلام قبول کر لیا اور کہا:۔

”خدا کی قسم! اگر تو معبود ہوتا تو تیری لاش کتے کے ساتھ بندھی ہوئی کنویں میں نہ ملتی اب ہمیں معلوم ہوا کہ ہم تمہارے ساتھ دھوکے میں مبتلا تھے۔“

شیخِ نجد دارا لندوہ میں

مدینے میں اسلام تیزی سے پھیل رہا تھا اور مکہ میں کفارِ مکہ کے مظالم سے تنگ آکر مسلمان مدینے کی جانب ہجرت کر رہے تھے۔

جب مکہ سے اکثر مسلمان ہجرت کر کے مدینے چلے گئے تو کفارِ مکہ پریشان ہوگئے کہ کہیں مسلمان وہاں اپنی طاقت جمع کر کے ہم پر حملہ نہ کردیں اس کیلئے انہوں نے دارالنّدوہ میں ایک اہم اجلاس رکھا (دارالندوہ کفار کی پارلیمنٹ طرز کا اِدارہ تھا) اور تمام سرداروں کو اس میں شرکت کی دعوت دی۔

جب یہ لوگ دار الندوہ میں داخل ہوگئے تو انہوں نے دروازے پر ایک اجنبی شخص کو دیکھا جس نے نہایت عالیشان جبہ پہن رکھا تھا۔

اصل میں وہ ابلیس تھا اور انسانی شکل میں وہاں موجود تھا۔

انہوں نے اس سے پوچھا، آپ کون ہیں؟ اور کس قبیلے سے آپ کا تعلق ہے؟

اس نے کہا، میں اہلِ نجد کا سردار ہوں تم آج یہاں کسی اہم کام کیلئے جمع ہوئے ہو تو میں نے سوچا شاید میں تمہیں کوئی اچھا مشورہ دے سکوں۔

انہوں نے کہا، خوش آمدید آیئے آیئے اور شیخ نجد بھی اس پارلیمنٹ میں داخل ہو گیا۔ اب باقاعدہ اجلاس شروع ہوا۔

محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے تمام ساتھی یثرب روانہ ہوگئے ہیں کل ایسا نہ ہو کہ یہ سب مل کر ہم پر حملہ کردیں لہٰذا اب مسئلہ کا کوئی نہ کوئی حل نکالو۔

سب سر جوڑ کر بیٹھ گئے۔ ایک کافر سردار کھڑا ہوا اور بولا کہ انہیں زنجیروں میں جکڑ کر قید کردیتے ہیں یہاں تک کہ یہ بھوکے پیاسے جان دے دیں۔

شیخ نجد بولا! نہیں یہ رائے درست نہیں ہے۔ ان کے عقیدت مند اور محبت کرنے والوں کو جب معلوم ہوگا کہ تم نے انہیں قید کر رکھا ہے تو وہ ہر حال میں انہیں چھڑا کرلے جائیں گے اور تم ہاتھ ملتے رہ جاؤ گے۔

ایک اور کافر سردار کھڑا ہوا اس نے کہا کہ اگر ہم ان کو مکہ سے جِلاوطن کردیں تو ہماری جان بھی چھوٹ جائے گی اب ان کی مرضی یہ جہاں چاہیں جائیں بس ہماری جان چھوڑدیں۔

اس سے پہلے کہ کوئی اور بولتا شیخ مجد نے کہا یہ بھی عجیب احمقانہ مشورہ ہے تم لوگ تو جانتے ہو وہ کس قدر میٹھی گفتگو کرتے ہیں لوگ ان کے گرویدہ ہو جاتے ہیں۔

اگر وہ یہاں سے چلے گئے تو اور دوسرے قبائل کے پاس جائیں گے اور وہ ان کی میٹھی گفتگو سن کر ان کے عقیدت مند اور شیدائی بن جائیں گے اور پھر اپنی طاقت جمع کر کے تم پر حملہ کر دیں گے کوئی اور بات سوچو!

سب لوگوں نے شیخ مجد کی بات سے اتفاق کیا۔

آخر میں ابو جہل کھڑا ہوا اس نے کہا، میری رائے یہ ہے کہ ہم ہر قبیلے سے ایک ایک بہادر نوجوان چنیں اور ان سب نوجوانوں کو تیز تلوار دے دیں اور وہ ایک بارہی حملہ کر کے ان کی زندگی کا چراغ بجھا دیں۔

پھر اس نے کہا کہ اس سے فائدہ ہمیں یہ حاصل ہو گا کہ بنو ہاشم سب لوگوں سے تو قصاص لے نہیں سکتے وہ دیت پر راضی ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر دیت ادا کر دیں گے۔

شیخ مجد یہ سن کر خوشی سے اچھل پڑا۔

کہنے لگا، اس تجویز کے ہوتے ہوئے کسی تجویز کی ضرورت نہیں۔

سب لوگوں نے اس تجویز کی حمایت کی اور اس پر متفق ہو گئے۔

کفار کا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ

ادھر کفار کی پارلیمنٹ کا اجلاس ختم ہوا اور ادھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم دیا کہ آج تم میرے بستر پر سوجاؤ اور کل صبح جس جس کی امانت ہے وہ دے دینا تمہیں کوئی بھی نقصان نہیں پہنچائے گا۔

دوسری طرف تمام قبائل کے نوجوان آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کر چکے تھے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم گھر سے باہر قدم نکالیں اور وہ آپ کو شہید کر دیں۔

گھر کے باہر کھڑے ہو کر ابو جہل اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا کہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم ان کی اطاعت کر لیں تو عرب وعجم کے بادشاہ بن جائیں گے مرنے کے بعد ہمیں باغات ملیں گے اور اگر ان کی اطاعت نہیں کی تو بے دریغ قتل کر دیے جائیں گے۔ یہ سب اسلامی تعلیمات کا مذاق اڑا رہے تھے۔

عین اسی وقت آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دروازے سے باہر تشریف لائے اور فرمایا:

ہاں میں نے ایسا ہی کہا ہے اے ابو جہل اُن میں سے ایک تم ہو۔

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سورہ یٰسین کی تلاوت فرما رہے تھے اس کے بعد جب اُن کی طرف پھونک ماری تو فوراً ہی ان سب کی آنکھ کی بینائی چلی گئی اور انہیں نیند آگئی اور وہ اونگھنے لگے۔

اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بآسانی ان کے محاصرہ کو توڑ کر نکل گئے اور جاتے جاتے ایک ایک چٹکی ان کے سروں میں مٹی ڈال گئے۔

وہاں سے ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر تشریف لے گئے۔

جب یہ قریشی نوجوان پہرہ دے رہے تھے تو ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم لوگ یہاں کیوں کھڑے ہو؟

تو ان نوجوانوں نے کہا، آج رات ہم یہاں اس لیے کھڑے ہیں کہ اپنی قوم کے بنائے ہوئے منصوبے کو عملی جامہ پہنا سکیں اور جیسے ہی محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) گھر سے باہر نکلیں ہم سب ایک ساتھ حملہ کر کے ان کا کام تمام کر دیں۔

اُس آدمی نے کہا، ارے بے وقوفو! وہ تو بہت پہلے تمہارا احصار توڑ کر یہاں سے چلے گئے ہیں اور جاتے جاتے تمہارے سروں میں مٹی بھی ڈال گئے ہیں۔

جب انہوں نے اپنے سروں کو ٹٹولا تو دیکھا واقعی وہاں مٹی موجود تھی۔

وہ حیران رہ گئے انہوں نے اس شخص کی بات کو سچ ماننے سے انکار کر دیا انہیں دور سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بستر نظر آرہا تھا اور اس پر سبز چادر میں کوئی سو بھی رہا تھا اور انہیں یقین تھا کہ یہ حضور ہی ہیں۔

وہ کہہ رہے تھے کہ جس طرح ہم نے یہاں پہرہ دیا ہے یہاں سے تو کوئی چڑیا بھی نہیں نکل سکتی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیسے جا سکتے ہیں۔

یقیناً یہ اس شخص کی کوئی چال ہے تاکہ ہم یہاں سے چلے جائیں یہ صبح تک پہرہ دیتے رہے۔ جب صبح کے وقت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیدار ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہ تو علی ہیں پھر حضور کہاں ہیں؟

اس آدمی نے واقعی سچ کہا تھا۔

دوسری طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کیلئے حضرت ابو بکر صدیق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہو چکے تھے۔

جب مشرکین مکہ کو پتا چلا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کا محاصرہ توڑ کر نکل چکے ہیں تو انہوں نے آپ کا تعاقب کیا۔

ہر جگہ ہر راستے پر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو تلاش کیا مگر ناکام رہے۔

غارِ ثور میں قیام

ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مکہ سے سفر ہجرت کے دوران راستے میں ایک غار میں پناہ لی۔

اس غار کو "غـارِ ثور" کہتے ہیں۔

اس غار میں جانے سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق نے فرمایا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! پہلے میں اندر جاتا ہوں تاکہ اگر اندر کوئی درندہ وغیرہ چھپا ہوا ہو تو وہ پہلے مجھے نقصان پہنچائے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات کو نقصان نہ پہنچے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غار کے اندر تشریف لے گئے۔ غار میں صفائی کرنے کے بعد اپنی چادر کو پھاڑ کر تمام سوراخ بند کر دیئے مگر چادر کے تمام ٹکڑے ختم ہو گئے ایک سوراخ پھر بھی رہ گیا۔

حضرت ابو بکر صدیق نے اس سوراخ پر اپنی ایڑی لگادی اندر کوئی سانپ تھا اس نے ایڑی میں ڈسنا شروع کر دیا۔ زہر پورے جسم میں سرائیت کر گیا مگر کیا مجال کہ ایڑی ہٹائی ہو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ کی گود میں سر رکھ کر آرام فرمارہے تھے جب بیدار ہوئے تو دیکھا کہ صدیق اکبر کی آنکھوں میں آنسو ہیں۔

آپ نے وجہ دریافت کی تو صدیق اکبر نے ساری صورتحال اللہ کے نبی کی خدمت میں عرض کر دیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنا لعابِ دہن آپ کی ایڑی میں لگادیا تو درد فوراً ہی دور ہو گیا۔

اہلِ مکہ آپ کی تلاش میں وہاں تک آئے مگر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وہاں ایسا انتظام فرمادیا کہ انہیں شک بھی نہیں ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس غار میں تشریف فرما ہیں۔

ہوا یہ کہ غار کے منہ پر ایک مکڑی نے جالا بن دیا اور ایک کبوتر نے وہاں گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔

دیکھنے سے ایسا لگتا تھا کہ یہ جالا کئی سال پرانا ہے اور کبوتروں کا گھونسلا کئی ماہ پرانا ہے۔ یہ سب اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی جانب سے تھا۔

غارِ ثور میں آپ کا تین دن تک قیام رہا اس دوران حضرت عامر بن فہیرہ حضرت ابو بکر صدیق کے غلام بکریوں کو چراتے ہوئے غار کے دہانے تک لاتے اور بکریوں کا دودھ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو پیش کرتے۔

تیسرے روز آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینے جانے کیلئے روانہ ہو گئے۔

انعام کا لالچ اور کسریٰ کے کنگن

صبح جب کفارِ مکہ کو معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اُن کا محاصرہ توڑ کر نکل چکے ہیں تو آپ کا تعاقب کیا مگر ناکام رہے جب تلاش کے باوجود نہیں ملے تو وہ اور پریشان ہوئے انہوں نے پورے مکہ میں یہ اعلان کر دیا کہ جو کوئی انہیں زِندہ یا مُردہ پکڑ کر لائے گا اُس کو سو اُونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔

کفارِ مکہ تو پہلے ہی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خون کے پیاسے تھے جب اتنے بڑے انعام کا سنا تو اپنے گھوڑوں اور اونٹوں پر بیٹھ کر چاروں طرف پھیل گئے۔

سراقہ بن مالک بھی اُن لوگوں میں سے ایک تھا یہ اپنے گھر میں بیٹھا اپنے حواریوں سے بات کر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص اس کی بیٹھک میں داخل ہوا کہنے لگا، سراقہ میں نے ابھی ابھی تین پرچھائیاں دیکھی ہیں جو ساحل سمندر کی جانب جا رہی تھیں میرا خیال ہے کہ یہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی ہیں۔

سراقہ سمجھ گیا کہ یہ وہی لوگ ہیں سراقہ نے اس شخص سے کہا کہ تمہارا اندازہ بالکل غلط ہے یہ وہ لوگ نہیں ہیں تم نے کسی اور کو دیکھا ہو گا سراقہ نے اس شخص کو ڈانٹ کر وہاں سے چلتا کر دیا۔

مگر سراقہ کو یقین تھا کہ یہ وہی ہیں لہٰذا اُس نے فوراً ہی اپنی لونڈی کو بلایا اور اس کے کان میں کہا کہ میرا گھوڑا جلدی سے تیار کرو اور کسی کو معلوم نہ ہو میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں تھوڑی دیر میں واپس آجاؤں گا مگر کسی کو خبر نہیں ہو پھر وہ اپنے حواریوں سے گفتگو کرنے لگا۔

اُس نے اپنے حواریوں سے گھر میں ایک ضروری کام کا بہانہ کیا اور اپنے گھر کے پچھلے دروازے سے نکل گیا۔ اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تعاقب میں گھوڑے کو سرپٹ دوڑانے لگا۔

یہاں تک کہ وہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قریب پہنچ گیا کہ اچانک اس کے گھوڑے کو ٹھوکر لگی اور یہ زمین پر گر گیا اس نے اپنے ترکش سے فال نکالنے کیلئے تیر نکالا تو اس کا ناپسندیدہ تیر اس کے ہاتھ میں آگیا۔

فال بتا رہی تھی کہ اس قافلے کا پیچھا کرنا مناسب نہیں ہے اور میں انہیں نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

مگر سو اُونٹوں کا لالچ اس پر سوار ہو چکا تھا اس نے فال کی پرواہ نہیں کی اور دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر تعاقب کرنے لگا اور اس قافلے کے اتنے نزدیک پہنچ گیا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی قرأت کی آواز اسے سنائی دے رہی تھی۔

ادھر سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بار بار پیچھے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے میرے یارِ غار! پریشان ہونے کی ضرورت نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

سراقہ کا گھوڑا قریب سے قریب تر آتا جا رہا تھا۔ ابو بکر بے اختیار رو پڑے۔

ارشاد ہوا، ابو بکر کیوں رو رہے ہو؟

عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان میں اپنی جان کے خوف سے نہیں بلکہ آپ کی خاطر رو رہا ہوں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعا فرمائی، اے اللہ! جس طرح تو چاہے اس کے شر سے ہمیں بچا۔

ادھر زبانِ محبوب سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ سراقہ کا گھوڑا لڑکھڑا کر گر پڑا اس کے دونوں اگلے پیر پتھریلی زمین میں دھنس گئے۔ اب سراقہ نے دوبارہ فال نکالی اس دفعہ بھی فال میں اس کے ہاتھ اس کی ناپسندیدہ تیر آیا یعنی تم ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتے یہ دیکھ کر اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ کوئی بھی ان کو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

اُس نے قافلہ والوں کو پکارا اور کہا اے محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میں جان چکا ہوں کہ آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ آپ کی مخالفت کی وجہ سے میرا گھوڑا زمین میں دھنس گیا ہے اللہ سے دعا فرمایئے مجھے نجات دے میں نہ صرف آپ کا تعاقب چھوڑ دوں گا بلکہ آنے والوں کو بھی واپس لوٹا دوں گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کیلئے دعا فرمائی تو زمین نے اس کو چھوڑ دیا۔

سراقہ نے کہا، میرے لیے پروانہ امن لکھ دیجئے جو میرے اور آپ کے درمیان ایک نشانی رہے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو بکر کے غلام عامر بن فہیرہ کو حکم دیا کہ اس کو امان لکھ دو انہوں نے چمڑے کے ٹکڑے پر امان نامہ لکھ دیا۔

سراقہ نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بتایا کہ آپ کی قوم نے آپ کو گرفتار کرنے کے عوض سو اونٹوں کا انعام رکھا ہے اور آپ کے بارے میں اُن کے ارادے بڑے خطرناک ہیں۔ اس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سواری اور زادِ راہ کی بھی پیش کش کی مگر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس سے ہر قسم کا سامان لینے سے انکار کر دیا۔

بس اتنا فرمایا کہ ہمارا راز فاش مت کرنا۔

سراقہ جب وہاں سے واپس جانے لگا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے سراقہ! اس وقت تمہارا کیا حال ہو گا جب کسریٰ کے کنگن تمہارے ہاتھوں میں ہوں گے۔

سراقہ بن مالک نے حیرت سے پوچھا، کیا کسریٰ بن ہرمز کے کنگن؟

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، ہاں!

سراقہ سوچ میں پڑ گیا کہاں کسریٰ بن ہرمز کے کنگن اور کہاں میں۔

واپسی میں جو لوگ اُسے ملے اس نے اُنہیں واپس روانہ کر دیا کہ یہاں کچھ بھی نہیں ہے میں نے دور تک دیکھ لیا ہے۔ تمہارے جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔

جب مکہ فتح ہوا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حنین اور طائف کو فتح کر چکے تو یہ وہ امان نامہ لیکر حاضر ہوا اور اسلام قبول کر لیا۔ اور جب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور میں ایران فتح ہوا اور کسریٰ کے کنگن مالِ غنیمت میں آئے تو سیّدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھوں سے یہ کنگن حضرت سراقہ بن مالک کو پہنائے۔

مدینے آمد کے بعد کیا ہوا ؟

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف فرما ہوچکے تھے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے اس شہر کو "یثرب" کہا جاتا تھا لیکن آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس شہر کا نام مدینہ رکھا اور فرمایا آئندہ اس شہر کو مدینہ ہی پکارا جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف فرما ہوچکے تھے لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آرہے تھے اور اسلام قبول کرتے جارہے تھے۔

مدینے میں انصار کے دو قبیلے اوس و خزرج تھے یہ آپس میں لڑتے رہتے تھے لیکن اسلام قبول کرنے کی برکت سے یہ آپس میں دوست بن گئے۔

اسی طرح مدینے میں یہودی بھی تھے اور یہ توریت میں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تذکرہ بھی پاتے تھے لیکن جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے تشریف لائے تو انہوں نے صرف اس وجہ سے انکار کردیا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا تعلق بنی اسمٰعیل سے ہے تعصب اور حسد کی وجہ سے وہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی پر اتر آئے۔

یہود کی دشمنی

یہودیوں کے سردار حیی بن اخطب اپنی بیٹی اور ابو یاسر اپنی بھتیجی صفیہ کو بہت چاہتے تھے وہ ان کی آنکھ کا تارا اور سب سے زیادہ لاڈلی بیٹی تھی جب بھی یہ دونوں باہر جاتے اور واپس گھر تشریف لاتے تو سب بچوں کو چھوڑ کر صفیہ کو گود میں اُٹھا لیتے اور پیار کرتے تھے۔

یہ وہی صفیہ ہیں جنہیں بعد میں ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ بننے کا شرف حاصل ہوا اور اُمّ المومنین کے منصب پر فائز ہوئیں۔

خود اُمّ المومنین فرماتی ہیں، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا میں تشریف فرما تھے تو میرے باپ حیی اور میرے چچا ابو یاسر صبح صبح قبا گئے سارا دن وہیں گزارا شام کو غروبِ آفتاب کے بعد واپس آئے وہ بہت تھکے ماندے گرتے پڑتے آئے وہ نہایت غمزدہ تھے میں اپنے معمول کے مطابق چہکتی ہوئی ان کی جانب بڑھی لیکن ان دونوں میں سے کسی نے آنکھ اُٹھا کر بھی میری جانب نہیں دیکھا اس وقت میں نے سنا میرے چچا میرے والد سے پوچھ رہے تھے:۔

"اھوا اھوا" کیا یہ وہی ہیں ؟ (جن کی صفات ہم تورات میں پاتے ہیں)

حیی نے کہا، ہاں یہ وہی ہیں۔

ابو یاسر نے کہا، کیا تم نے اُن کی ان علامات و صفات کے ذریعے پہچان لیا ہے (وتورات میں لکھی ہیں اور ہم سینہ بہ سینہ سنتے بھی آئے ہیں)

اس نے کہا، ہاں خدا کی قسم! ابو یاسر نے پوچھا، اُن کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے اُن پر ایمان لائیں یا نہیں۔

حیی نے کہا، میں نے فیصلہ کر لیا ہے جب تک زندہ رہوں گا اُن کی دشمنی پر کار بند رہوں گا۔

اللہ کی آیتوں کے سوداگر

یہودی علماء کا کوئی باقاعدہ ذریعہ معاش تو تھا نہیں عام یہودی انہیں اپنے کھیتوں کے پھل وغیرہ بھیجا کرتے تھے اور خاص و عام انہیں ہدیئے نذرانے بطورِ رشوت دیا کرتے تھے تاکہ وہ کتاب میں اُن کی ضرورت کے مطابق معنوی تحریف کر دیں اور مسئلہ تورات شریعت کے بجائے اُن کی طبیعت کے مطابق بتادیں۔ اس طرح یہودی اپنے علماء سے کتاب اللہ کے قوانین میں تحریف بھی کروالیا کرتے تھے آسمانی کتاب ہر آدمی کے پاس نہیں ہوتی تھی اور نہ اُسے رکھنے کی اجازت تھی بلکہ یہ صرف یہودیوں کے علماء کے پاس ہی ہوتی تھی کیونکہ اس زمانے میں پریس نہیں تھا۔

جب پیغمبرِ اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مدینے میں تشریف لے آئے تو ان یہودیوں کے سرداروں کو یہ ڈر ہوا کہ اگر ہمارے علماء نے عام لوگوں کو بتادیا کہ توریت میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات موجود ہیں تو لوگ ان پر ایمان لے آئیں گے اور یہ شان و شوکت ہمارے ہاتھوں سے نکل جائے گی۔

اس لئے یہود کے ایک سردار کعب بن اشرف نے ایک روز یہود کے تمام علماء کو جمع کیا اور پوچھا:۔

تم لوگ سیدنا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے بارے میں کیا جانتے ہو؟

انہوں نے کہا، وہ تو نبی (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہیں جیسا کہ ہماری کتاب تورات میں لکھا ہے۔

کعب بن اشرف نے کہا، تمہارا انعام اور جو کچھ میں تمہیں دیا کرتا تھا آج سے ختم سمجھو اگر تم یہ ثابت کردو کہ یہ وہ نبی نہیں ہیں تو پھر تمہارا انعام اور جو کچھ میں دیا کرتا تھا وہ بدستور تمہیں ملتا رہے گا۔

یہ سن کر لالچی پادری اور علماءِ سو کہنے لگے کہ اے سردار! ہم نے یہ جواب جلدی میں بغیر سوچے سمجھے دے دیا ہے کل ہم تورات کا مطالعہ کرکے آئیں گے اور پھر آپ کو اس کا صحیح جواب دیں گے۔

دوسرے دن پادریوں نے وہ تمام آیات جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات بیان کرتی تھیں نکال دیں اور وہاں دجال کی تعریف لکھ دی۔

اور کعب بن اشرف کے پاس چلے گئے اور اس کو یہ تحریف توریت میں دکھائی۔ کعب بن اشرف یہ دیکھ کر بہت خوش ہوا اور ان سب کو ایک ایک کھجور کا ٹکڑا اور چار چار گز کپڑے کا دیا۔

اُس وقت اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فرمایا:۔

وَلَا تَشۡتَرُوۡا بِاٰیٰتِیۡ ثَمَنًا قَلِیۡلًا ۫ (پ ا۔ سورہ بقرہ: ۴۱)

اور اللہ کی آیتوں کو کوڑیوں کے مول نہ بیچو۔

یہودی عالم کا قبولِ اسلام

حضرت عبد اللہ بن سلام یہودیوں کے بہت بڑے عالم تھے اپنے قبولِ اسلام کی داستان خود سناتے ہوئے کہتے ہیں:۔

میں نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفات تورات میں پڑھ چکا تھا جب آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل وصورت اور عادت واطوار کو سنا تو میں نے جان لیا کہ یہ وہی ہستی ہیں جن کی آمد کے ہم منتظر تھے لیکن میں نے یہ بات کسی پر ظاہر نہیں کی۔

کچھ دن پہلے ہی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا پہنچے تھے ایک روز ایک آدمی ہمارے گھر آیا اس نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قبا میں تشریف لے آئے ہیں۔

میں اس وقت کھجور کے درخت پر چڑھا ہوا کوئی کام کر رہا تھا میں نے جب اس شخص کی بات سنی تو بہت خوش ہوا اور خوشی کے مارے میں نے زور سے نعرہ تکبیر لگایا۔

میری پھوپھی خالدہ بنت حارث درخت کے نیچے ہی بیٹھی ہوئی تھیں کہنے لگیں حصین (عبد اللہ بن سلام کا نام تھا) اگر تمہیں موسیٰ علیہ السلام کی آمد کی خبر دی جاتی تب بھی تم اس سے زیادہ زور سے نعرہ نہیں لگا سکتے تھے۔

میں نے کہا، پھوپھی جان! خدا کی قسم یہ بھی موسیٰ علیہ السلام کے بھائی ہیں اور یہ وہی دین لے کر آئے ہیں جو موسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے۔

میری پھوپھی نے مجھ سے پوچھا بھتیجے !کیا یہ وہی نبی آخر الزماں ہیں جن کے بارے میں ہمیں بتایا جاتا تھا کہ وہ قربِ قیامت میں تشریف لائیں گے۔

میں نے کہا، ہاں پھوپھی جان یہ وہی نبی ہیں۔

میں کھجور کے تنے سے نیچے اترا اور سیدھا سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو گیا۔

جب میں نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کی تو میں کہہ اٹھا کہ ایسا نورانی اور روشن چہرہ کسی جھوٹے کا نہیں ہو سکتا۔

میں ابھی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زیارت ہی کر رہا تھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:۔

"اے لوگو! اسلام کو عام کرو اور امن وسلامتی کو پھیلاؤ، بھوکوں کو کھانا کھلاؤ، صلہ رحمی کرو اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں اس وقت عبادت کرو تم جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا نورانی چہرہ اور اتنا پیارا ارشاد سن کر میں واپس اپنے گھر آ گیا۔

اپنے گھر والوں کو بھی اسلام قبول کرنے کی دعوت دی سب نے اسلام قبول کرلیا۔

میں واپس آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا اور میں نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! میں آپ پر ایمان لاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں اور جو دین آپ لیکر آئے ہیں وہ دین سچا اور حق ہے۔

یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! یہودی یہ جانتے ہیں کہ میں ان کا سردار اور بڑا عالم ہوں اور ان کے سب سے بڑے سردار اور عالم کا بیٹا ہوں۔

حضور انہیں بلایئے اور میرے بارے میں پوچھئے کیونکہ اگر انہیں میرے اسلام قبول کرنے کا پتا چل گیا تو مجھ پر یہ ایسے شرمناک الزامات لگائیں گے جن سے میں پاک ہوں۔

چنانچہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہود کو بلانے کیلئے قاصد روانہ کیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن سلام کو دوسرے کمرے میں بھیج دیا۔

جب یہود آگئے تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن سے پوچھا کہ عبد اللہ بن سلام کے بارے میں تمہاری رائے کیا ہے؟

سب نے کہا، وہ ہمارے سردار ہیں اور ہمارے سردار کے بیٹے ہیں ہمارے سب سے بڑے عالم اور سب سے بڑے عالم کے بیٹے ہیں۔

تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، اگر وہ مسلمان ہوجائیں تو تم کیا کروگے۔

یہودی بولے، خدا اُسے بچائے وہ ہرگز مسلمان نہیں ہوں گے۔

یہ سن کر سیّدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، اے ابن سلام ان کے سامنے باہر آجاؤ۔

آپ باہر آگئے اور یہودیوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:۔

اے جماعت یہود اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے ڈرو اور اس اللہ کی قسم! جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں تم جانتے ہو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور دین حق لے کر آئے ہیں۔

وہ کہنے لگے تم جھوٹ بول رہے ہو اور کہنے لگے یہ بھی برا آدمی ہے اور اس کا باپ بھی برا آدمی تھا اور ان میں انہیں طرح طرح کی برائیاں بھی نظر آنے لگیں۔

حضرت عبد اللہ نے عرض کی، یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! مجھے ان کے بارے میں یہی اندیشہ تھا جو انہوں نے ظاہر کردیا۔

یہودیوں کی مسلمانوں کو آپس میں لڑانے کی سازش

اُوس و خزرج ایک ہی باپ کے دو بیٹے تھے اُن دونوں کی اولادیں قبیلہ اُوس اور قبیلہ خزرج کہلاتی ہیں اسلام قبول کرنے سے پہلے یہ قبیلے آپس میں لڑتے رہتے تھے اور یہودی بھی انہیں آپس میں لڑانے کی کوشش کرتے تھے۔

لیکن جب انہوں نے اسلام قبول کرلیا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی برکت سے یہ پھر بھائی بھائی بن گئے اور آپس میں ایک دوسرے کا خیال بھائیوں سے بھی بڑھ کر کرنے لگے۔

یہودی اس بات سے بڑے ناخوش تھے کہ یہ دونوں قبیلے کیوں آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔

انہی یہودیوں میں ایک یہودی شاس بن قیس بھی تھا یہ ہر وقت اسی کوشش میں لگا رہتا تھا کہ کسی طرح مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوادے۔

ہر وقت تدبیریں سوچتا رہتا کہ کیسے مسلمانوں کو آپس میں لڑایا جائے ایک دن اس نے دیکھا کہ اُوس و خزرج کے لوگ آپس میں بیٹھ کر پیار و محبت سے باتیں کر رہے ہیں۔

بس یہ دیکھ کر اس کے تن بدن میں تو آگ لگ گئی اب یہ سوچنے لگا کہ کس طرح ان کے درمیان پھوٹ ڈالی جائے اور کس طرح انہیں آپس میں لڑایا جائے۔

شاس بن قیس کے ساتھ اُس دن ایک اور یہودی لڑکا بھی ساتھ تھا اس نے اس لڑکے سے کہا، ان لوگوں کے پاس جاکر بیٹھ جاؤ اور باتوں باتوں میں اُوس و خزرج کی پرانی جنگوں کا تذکرہ چھیڑ دو اور دونوں قبیلے کے نوجوانوں کو یوں بھڑکاؤ کہ آپس میں گتھم گتھا ہو جائیں۔

وہ مکار یہودی ان کے درمیان جاکر بیٹھ گیا اور اس بات کا انتظار کرنے لگا کہ موقع ملے اور وہ ان کے درمیان دشمنی کی آگ بھڑکائے باتوں باتوں میں اُس نے اُوس و خزرج کے درمیان پرانی دشمنی اور جنگوں کا ذکر چھیڑ دیا اور وہ اشعار پڑھنے لگا جن میں اُوس و خزرج کے شاعروں نے غیظ و غضب کے عالم میں ایک دوسرے کے خلاف اشعار کہے تھے۔ یہ سازش کامیاب رہی اور دبے ہوئے جذبات پھر بپھر گئے۔ دونوں طرف کے نوجوانوں نے آستینیں چڑھالیں اور غصے سے آنکھیں سرخ ہو گئیں اور دونوں فریقین نے ایک دوسرے کے خلاف تلواریں نکال لیں اور مرنے مارنے پر تل گئے۔

جب اس واقعہ کی اطلاع آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ملی تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مہاجرین کی ایک جماعت کو لے کر وہاں پہنچے اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اے مسلمانوں کے گروہ! اللہ سے ڈرو کیا تم جاہلیت کا نعرہ بلند کرنے لگے ہو حالانکہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں اور اس کے بعد کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اسلام کے ذریعے تمہیں ہدایت دی ہے اور تمہیں اس کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے اور جاہلیت کی کشمکش سے تمہیں نجات دی ہے اور کفر سے تمہیں بچالیا ہے اور تمہارے دلوں کو رشتہ الفت میں پرو دیا ہے اس کے بعد تم کیا پھر کفر کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہو۔ (ضیاء النبی، جلد سوم، صفحہ ۲۱۶)

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد سن کر ان کو احساس ہوا کہ شیطان نے اُن کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے فوراً ہی آنکھوں میں ندامت کے آنسوؤں کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا اور ایک دوسرے کو گلے لگاکر معافی مانگنے لگے پھر ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر پیار و محبت کے ساتھ اطاعت گزار غلاموں کی طرح حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ روانہ ہوگئے۔

اور انہیں اس بات کا اچھی طرح اندازہ ہوگیا کہ اُن کے درمیان اس دشمنی کو بھڑکانے والے یہودی تھے۔

اسی موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

اے ایمان والو! ڈرو اللہ سے جیسے حق ہے اس سے ڈرنے کا اور خبردار نہ مرنا مگر اس حال میں کہ مسلمان ہو اور مضبوطی سے پکڑلو اللہ کی رسّی کو سب مل کر اور جدا جدا نہ ہونا اور یاد رکھو اللہ کی وہ نعمت جو اس نے تم پر فرمائی ہے جبکہ تم تھے آپس میں دشمن پس اس نے الفت پیدا کر دی تمہارے دلوں میں تو بن گئے تم اس کے احسان سے بھائی بھائی اور تم (کھڑے) تھے دوزخ کے گڑھے کے کنارے پر تو اس نے بچالیا تمہیں اس میں گرنے سے یوں ہی بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنی آیتیں تاکہ تم ہدایت پر ثابت قدم رہو۔ ضرور ہونی چاہئے تم میں سے ایک جماعت جو بلایا کرے نیکی کی طرف اور حکم دیا کرے بھلائی کا اور روکا کرے بدی سے یہی لوگ کامیاب و کامران ہیں اور نہ ہو جانا ان لوگوں کی طرح جو فرقوں میں بٹ گئے تھے اور اختلاف کرنے لگے تھے اس کے بعد بھی جب آچکی تھیں ان کے پاس روشن نشانیاں اور ان لوگوں کیلئے عذاب ہے بہت بڑا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو شہید کرنے کی سازش

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صحابہ کرام کے ہمراہ یہودیوں کے قبیلے بنو نضیر کے پاس گئے اور اُن سے فرمایا کہ ہمارے ایک آدمی نے دو آدمیوں کو غلطی سے قتل کر دیا ہے اُن کے ورثاء دیت کا مطالبہ کر رہے ہیں لہٰذا معاہدے کے مطابق ان کی دیت میں تم اپنا حصہ دو۔

یہودی کہنے لگے یا ابا القاسم! آپ یہاں تشریف رکھئے کچھ نوش فرمایئے اس کے بعد ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔

اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ قریب ہی رکھی ہوئی چارپائی پر بیٹھ گئے۔

پیچھے جاکر یہودیوں کے سردار حیی بن اخطب نے کہا، آج حضور جتنے تمہارے قریب ہیں دوبارہ نہیں آئیں گے لہٰذا آج ہی ان کا کام تمام کر دو آج کے بعد پھر کبھی تمہیں ایسا موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔ ایک یہودی نے کہا کہ تم یہ چکی کا پاٹ اٹھا کر پیچھے چلے جاؤ اور دیوار کے پیچھے سے ان پر گرا دینا۔

اگر آج تم نے یہ کام کر لیا تو پھر تمہیں کسی مصیبت کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔

وہ شخص چکی کا پاٹ اُٹھا کر لایا تا کہ آپ پر پیچھے سے گرا دے لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے محبوب کو اس سازش سے آگاہ کر دیا اور آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہاں سے تشریف لے آئے۔

رسولِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جانے کے بعد آپ کے صحابہ بھی وہاں سے اُٹھنے لگے کہ حیی بن اخطب کہنے لگا کہ ابو القاسم نے بہت جلدی کی ہم تو ان کے حکم کی تعمیل میں لگے ہوئے تھے۔

لیکن دل ہی دل میں کہہ رہا تھا کہ اتنا زبردست موقع ہاتھ سے نکل گیا۔

اتنی دیر میں وہ صحابہ کرام جو آپ کے ساتھ بنو نضیر کے پاس گئے تھے وہ بھی آگئے۔ صدیق اکبر نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم! خود تشریف بھی لے آئے اور ہمیں معلوم ہی نہ ہوا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، یہود نے مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی مگر میرے اللہ نے مجھے بچا لیا۔

سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے مسلمان قائدین کا تجدید عہد وفا

مدینے کی جانب جب حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام ہجرت کر گئے تو کفارِ مکہ کو یہ برداشت نہ ہوا انہوں نے وہاں کے یہودیوں اور مدینے کے لوگوں کو خط لکھا کہ تم نے ہمارے آدمیوں کو پناہ دی ہے انہیں واپس کرو، یا پھر جنگ کیلئے تیار ہو جاؤ۔

کچھ ہی عرصے کے بعد کفارِ مکہ نے جنگ کا اعلان کر دیا اور اُن کا ایک ہزار کا لشکر بدر کے میدان کی طرف روانہ ہو گیا۔ دوسری طرف حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ 313 مجاہدین جن کے پاس سواری کیلئے گنتی کے اونٹ اور ایک گھوڑا تھا کسی کے پاس تلواریں تھیں تو ڈھال نہیں اور تیر تھا تو کمان نہیں نہ اسلحہ تھا اور نہ سامان رسد مگر شوقِ جہاد سے مسلمانوں کے سینے لبریز تھے۔

جبکہ کفار کے پاس چھ سو اعلیٰ نسل کے اونٹ تھے سو سے زیادہ عربی گھوڑے اور سامان رسد کی تو کمی ہی نہ تھی اور اسلحہ کے بے انتہا ذخائر۔ ہر کافر لوہے میں غرق تلوار ڈھال، تیر کمان اور نیزوں سے مسلح۔

بدر کے میدان میں جانے سے پہلے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا ان کی رائے لی۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے اپنی جانثاری کا یقین دلایا قائدین میں سے سیدنا ابو بکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے نہایت خوبصورت انداز میں اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کیلئے اپنی جان کا نذرانہ پیش کرنے کا عہد کیا۔

پھر حضرت مقداد بن عمرو کھڑے ہوئے اور انہوں نے عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف لے چلئے جدھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو حکم دیا ہے ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ کی قسم! ہم آپ کو وہ جواب نہیں دیں گے جو جواب بنی اسرائیل نے سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو دیا تھا کہ "تم اور تمہارا خدا دونوں جائیں اور دونوں لڑیں ہم تو یہیں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ تشریف لے چلئے آپ اور آپ کا پروردگار اور جنگ کیجئے ہم آپ کے ساتھ مل کر جنگ کریں گے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کیلئے کلمہ خیر کہا اور دعا دی۔

اس کے بعد حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں مشورہ دو۔

اشارہ شناس لوگ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قدموں میں بیٹھے تھے فوراً ہی سمجھ گئے کہ اشارہ انصار کی جانب ہے۔ حضرت سعد بن معاذ کھڑے ہوئے اور عرض کی، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میرے ماں باپ آپ پر قربان یوں لگتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اشارہ انصار کی طرف ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا بے شک۔

حضرت سعد نے بھی جان نثاری اور ایثار و قربانی کی پیش کش کرتے ہوئے خوبصورت تقریر کی۔

انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ تشریف لے جایئے جدھر آپ کا ارادہ ہے ہم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں اس ذات کی قسم جس نے آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا ہے اگر آپ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم اس میں کودنے سے دریغ نہیں کریں گے۔ جس سے آپ لڑیں گے اس سے ہم لڑیں گے جس سے آپ تعلق جوڑیں گے اس سے ہم تعلق جوڑیں گے جس سے آپ تعلق توڑیئے ہم بھی اس سے تعلق توڑیئے دشمن سے مقابلہ کرنے میں ہم پیچھے نہیں۔

ہم ہر حال میں آپ کے ساتھ ہیں ہمارے اموال اور جانیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر قربان ہیں۔

حضرت سعد کے یہ کلمات سن کر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہت خوش ہوئے اور فرمایا، روانہ ہو جاؤ اور تمہیں خوشخبری ہو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے مجھے دو گروہوں میں سے ایک گروہ پر غلبہ دینے کا وعدہ فرمایا بخدا میں قوم کے مقتولوں کی قتل گاہوں کو دیکھ رہا ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام کے ساتھ میدانِ بدر کی جانب روانہ ہو گئے۔

محبت کا ایک انداز

مسلمان اور کفارِ مکہ دونوں ہی بدر کے میدان کے قریب جمع ہو چکے تھے مسلمانوں نے اپنا پڑاؤ بدر کے میدان میں پانی کے چشمے کے قریب رکھا اور دیگر تمام چشموں کو بند کر دیا۔

۱۷ / رمضانُ المبارک جمعہ کا دن تھا اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم صفوں کو درست فرما رہے تھے کہ سواد بن غزیہ نامی ایک صحابی کچھ صف سے باہر تھے آپ نے انہیں چھڑی لگاتے ہوئے کہا سوادا برابر ہو جاؤ۔

انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم آپ نے مجھے چھڑی سے تکلیف دی ہے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آپ کو حق وانصاف کے ساتھ بھیجا ہے میرے ساتھ انصاف کیجئے اور مجھے بھی بدلہ لینے کا موقع دیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیٹھ مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا اپنا بدلہ لو اس عاشقِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آگے بڑھ کر انتہائی عقیدت ومحبت کے ساتھ مہرِ نبوت کو چوم لیا۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، اے سواد تمہیں یہ حرکت کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا۔

سواد نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حق وباطل کا معرکہ ہونے والا ہے آگے زندگی کا کوئی بھروسہ نہیں لہٰذا میں نے چاہا کہ میرا آخری عمل یہ ہو کہ میرا جسم آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جسمِ اقدس سے مَس (چھو) ہو جائے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کیلئے دعائے خیر فرمائی اور پھر صف بندی کے بعد فرمایا جب دشمن قریب آئے تو تیر چلانا۔

جنگ کے شعلے

جنگ کا آغاز اسود ابن الاسد نے کیا یہ بڑا متکبر اور بد اخلاق شخص تھا اس نے چیلنج دیا کہ میں مسلمانوں کے حوض سے پانی پی کر رہوں گا اور اسے ختم کر دونگا یا پھر اپنی جان دے دوں جب یہ اس بری نیت سے مسلمانوں کے پانی کے حوض کے پاس آیا تو حضرت حمزہ نے اس پر تلوار کا بھرپور وار کیا اور اس کی پنڈلی کاٹ کر رکھ دی اب یہ اپنی پیٹھ کے بل رینگتا ہوا حوض تک اس حالت میں آیا کہ اس کی ٹانگ سے خون کا فوارہ نکل رہا تھا اس کا ارادہ تھا کہ یہ پانی میں گھس کر سارا پانی نا قابلِ استعمال بنادے لیکن حضرت حمزہ نے اس پر دوسرا کاری وار کیا اور اسے جہنم میں پہنچادیا۔

اس جنگ میں یہ پہلا کافر تھا جسے حضرت حمزہ نے قتل کیا۔

جب اسود کو یوں مرتے دیکھا تو عتبہ بن ربیعہ غصے سے اُٹھا ساتھ میں اس نے اپنے سیدھے ہاتھ پر اپنے بھائی شیبہ کو کھڑا کیا اور اُلٹے ہاتھ پر اپنے بیٹے ولید کو کھڑا کیا اور مسلمانوں کی صفوں کے سامنے آکر کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا کون ہے جو ہمارا مقابلہ کرے؟

تین انصاری نوجوان شیروں کی طرح دھاڑتے ہوئے ان کے مقابلے کیلئے نکل آئے۔

عتبہ نے اُن سے پوچھا تم کون ہو؟

انہوں نے جواب دیا ہمارا تعلق قبیلہ انصار سے ہے۔

کہنے لگے تم شریف مد مقابل ہو۔ لیکن ہم اپنے چچازادوں سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔

ان میں سے ایک شخص نے بلند آواز سے کہا یا محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہم سے مقابلے کیلئے ہمارے چچازادوں کو بھیجو۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے چیلنج کو قبول کیا اور فرمایا۔

اے ابو عبیدہ تم اُٹھو۔۔۔۔ اے حمزہ تم اُٹھو۔۔۔۔ اے علی تم اُٹھو۔۔۔۔

اللہ کے یہ تینوں شیر جب کفر کی لومڑیوں کے سامنے آگئے تو مقابلہ شروع ہو گیا۔ حضرت ابو عبیدہ نے عتبہ کو مقابلہ لئے پکارا حضرت حمزہ نے شیبہ کو اور حضرت علی نے ولید کو۔

حضرت حمزہ نے ایک ہی وار میں شیبہ کو جہنم پہنچا دیا حضرت علی نے ولید پر اپنی تلوار سے ایسا کاری وار کیا کہ وہ سنبھل ہی نہیں سکا۔

البتہ حضرت ابو عبیدہ اور عتبہ آپس میں گتھم گتھا ہوگئے ایک دوسرے سے تلواروں پر حملے کرتے رہے عتبہ نے اپنی تلوار سے حضرت ابو عبیدہ کو زخمی کردیا عتبہ کی تلوار ان کی ٹانگ پر پڑی اور ٹانگ کٹ کر الگ ہوگئی

حضرت حمزہ اور حضرت علی دوڑ کر ابو عبیدہ کی مدد کو آئے اور عتبہ کا سر کاٹ کر تن سے جدا کر دیا (لیکن حضرت ابو عبیدہ کا یہ زخم جان لیوا ثابت ہوا جنگ کے بعد مدینے جاتے ہوئے راستے میں شہید ہو گئے)

بس پھر کیا تھا مشرکین نے ایک بار ہی مل کر مسلمانوں پر حملہ کر دیا مسلمانوں نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔

اور ادھر ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا مانگ رہے تھے:۔

اے اللہ! اگر آج تیرے ان بندوں کا یہ گروہ ہلاک ہو گیا تو قیامت تک اس زمین پر تیری عبادت نہیں کی جائے گی۔

فوراً ہی جبریل امین حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ ایک مٹھی کنکریوں کی اُٹھا کر ان مشرکوں کی جانب پھینک دیجئے۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایسا ہی کیا کنکریاں لے کر کفار کی جانب پھینکی اور زبان مبارک سے فرمایا۔

اے اللہ! ان کے چہروں کو بگاڑ دے ان کے دلوں کو مرعوب کر دے اور ان کے قدم ڈگمگانے لگیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک مٹھی مٹی پھینکی تھی لیکن کوئی بھی مشرک ایسا نہ تھا جس کے منہ، آنکھوں اور نتھنوں میں مٹی نہ گئی ہو۔

ذرا سی ہی دیر میں جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ مشرکین کے اندر بھگدڑ مچ گئی اور یہ میدان چھوڑ کر بھاگنے لگے۔

مسلمان انہیں بے دریغ قتل کر رہے تھے اور کسی کو قید کر رہے تھے۔

فرشتے بھی ان کے ساتھ ساتھ ان دشمنانِ رسول کو ہلاک کر رہے تھے۔

ابو جہل کی موت

دو نو عمر انصاری نوجوان غزوہ بدر میں کافی دیر سے پریشان نظر آ رہے تھے انہیں ابو جہل نظر نہیں آ رہا تھا۔ عبد الرحمن بن عوف ان دونوں نوجوانوں کے درمیان میں کھڑے سوچ رہے تھے کہ اگر میرے دائیں بائیں بڑے اور طاقتور نوجوان ہوتے تو کتنا اچھا ہوتا کہ اچانک اُن میں سے ایک نوجوان نے عبد الرحمٰن بن عوف سے پوچھا چچا جان ! کیا آپ ابو جہل کو پہچانتے ہیں؟

عبد الرحمٰن بن عوف نے کہا، ہاں بھتیجے میں خوب پہچانتا ہوں مگر تمہیں اس سے کیا کام ہے۔

اُس نو عمر انصاری نوجوان نے کہا، مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں بے ادبی کے الفاظ بولتا ہے اور میں نے قسم کھائی ہے کہ اس کو قتل کر کے ہی دم لوں گا۔

اس انصاری نوجوان کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ دوسرے نوجوان نے جو عبد الرحمٰن بن عوف کے بائیں طرف کھڑا تھا اس نے بھی آہستہ سے وہی سوال کیا جو پہلے نوجوان نے کیا تھا۔

ابو جہل میدانِ بدر میں لوگوں کے درمیان چکر لگا رہا تھا اور غرور و تکبر کی تصویر بنا ہوا اترا اترا کر اِدھر سے اُدھر پھر رہا تھا۔

حضرت عبد الرحمٰن بن عوف نے اس کی جانب اشارہ کر کے بتایا کہ یہ ہے اس اُمت کا فرعون ابو جہل۔

بس پھر کیا تھا یہ نوجوان عقابوں کی طرح ابو جہل پر جھپٹ پڑے اور تھوڑی ہی دیر میں اس دشمن رسول کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد یہ دونوں نوجوان پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ابو جہل کو ٹھکانے لگا دیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پوچھا، تم دونوں میں سے کس نے اُسے قتل کیا ہے؟

دونوں نے کہا، یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں نے اُسے قتل کیا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، جن تلواروں سے تم نے اُسے قتل کیا ہے اُن تلواروں کو کپڑے سے صاف تو نہیں کیا۔

دونوں نے عرض کیا نہیں وہ تلواریں جوں کی توں ہیں۔ اور اپنی تلواریں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیں۔

آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن تلواروں کو دیکھا دونوں ہی خون سے رنگین تھیں فرمایا تم دونوں نے ہی اُسے قتل کیا ہے۔

اُمتِ مسلمہ کے فرعون ابو جہل کو میدانِ بدر میں دو کمسن مجاہدین نے قتل کر کے بتا دیا کہ کوئی کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو مسلمان بچے اپنے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں بے ادبی برداشت نہیں کر سکتے۔

حضرت عکاشہ کی تلوار

حضرت عکاشہ الاسدی بدر کے میدان میں پوری طرح سے کفار سے جہاد میں مصروف تھے کہ اچانک اُن کی تلوار ٹوٹ گئی۔

حضرت عکاشہ فوراً ہی دوڑتے ہوئے آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری تلوار ٹوٹ گئی اب میں کس سے لڑوں؟

سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس ایک لکڑی پڑی ہوئی تھی وہی اُٹھاکر انہیں دے دی اور فرمایا، اے عکاشہ اس سے دشمن کے ساتھ جنگ کرو۔

جب حضرت عکاشہ نے اس لکڑی کو پکڑ کر ہوا میں لہرایا تو یہ تُھنی تلوار بن گئی اور یہ کافی لمبی تھی اس کا لوہا بڑا سخت تھا اس کی رنگت سفید تھی عکاشہ اس کے ساتھ کفار سے لڑتے رہے یہاں تک کہ غزوہ بدر میں مسلمان کامیاب وکامران ہوگئے۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی آنکھ

غزوہ بدر میں جب جنگ کی چنگاری مکمل طور پر بھڑک چکی تھی ہر طرف تلواروں کی ہی جھنکار سنائی دے رہی تھی نیزوں کی انّیاں چاروں جانب چمک رہی تھیں اور ہر طرف سے تیروں کی بارش ہو رہی تھی کفار کی جانب سے چلایا گیا تیر حضرت قتادہ کی آنکھ میں لگ گیا جس کی وجہ سے آنکھ کا ڈھیلا اپنے مقام سے نکل کر رخسار پر آگیا۔

لوگوں نے چاہا کہ اس ڈھیلے کو نکال کر علیحدہ کردیں انہوں نے اس بارے میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے پوچھا۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، ہرگز نہیں۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت قتادہ کو اپنے پاس بلایا اور اپنے دستِ رحمت سے آنکھ کے ڈھیلے کو اُٹھاکر واپس اس کے مقام پر رکھ کر اپنا دست مبارک پھیر دیا۔

حضرت قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں کہ انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ ان کی کون سی آنکھ پھوٹی تھی۔